ہفت روزہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ختم نبوۃ
انٹرنیشنل
جلد نمبر ۱۳ ۰ شمارہ نمبر: ۴۵
KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

عقیدۂ ختمِ نبوت

الحج المبرور
(مقبول حج)

کفرِ مرزا ○ بزبانِ مرزا

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو ہم کعبے کا دل افروز منظر دیکھ آئے ہیں
قسم اللہ کی اللہ کا گھر دیکھ آئے ہیں

منیٰ، عرفات و مزدلفہ کا منظر دیکھ آئے ہیں
کہ ہم اکثر مقامات پیمبرؐ دیکھ آئے ہیں

بچشم شوق ہم طیبہ کا منظر دیکھ آئے ہیں
بحمدللہ معراج مقدر دیکھ آئے ہیں

کہاں پر سنگ اسود ہے کہاں رکن یمانی ہے
یہ سب ہم خانہ کعبہ میں جا کر دیکھ آئے ہیں

دل اپنا جانب بیت الحرم پرواز کرتا ہے
حرم میں جب سے منڈلاتے کبوتر دیکھ آئے ہیں

مسلسل حاضری دے کر جمال گنبد خضراء
برابر دیکھ آئے ہیں مکرر دیکھ آئے ہیں

جہاں سے دین کے پیغام امت تک پہنچتے تھے
رسول پاکؐ کا وہ پاک منبر دیکھ آئے ہیں

نوازا تھا کبھی قدموں سے جن کو کملیؐ والے نے
ہم اب بھی وہ گلی کوچے معطر دیکھ آئے ہیں

جہاں پر سرور کونین کی خیرات بٹتی تھی
وہاں ہم مفلسوں کو بھی تونگر دیکھ آئے ہیں

ضمانت ہے اگر جنت کی بوسہ سنگ اسود کا
تو ہم کعبہ میں وہ جنت کا پتھر دیکھ آئے ہیں

شعور منزل خیر الوریٰ سب کو نہیں لیکن
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ دیکھ آئے ہیں

انہیں اصحابؓ کی نسبت سے دیوانے مدینے میں
چراغ و مسجد و محراب و منبر دیکھ آئے ہیں

بفیض مسجد نبوی ہے عظمت جن کے سجدوں کی
نمازیں ہم بھی وہ چالیس پڑھ کر دیکھ آئے ہیں

ہمیں بھی جام کوثر کے طلبگاروں میں لکھ دینا
فرشتو! آب زمزم ہم بھی پی کر دیکھ آئے ہیں

زہے قسمت کہ ہم عرفات کے میدان میں ساجد
فروغ نعرہ اللہ اکبر دیکھ آئے ہیں!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
کراچی
انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۳ ● شمارہ نمبر ۴۵ ● بتاریخ ۱۴ تا ۲۰ ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ ● بمطابق ۱۵ تا ۲۱ اپریل ۱۹۹۵ء

اس شمارے میں

نعت
اداریہ ۴
الحج المبرور (مقبول حج) ۶
عقیدہ ختم نبوت ۱۰
امریکہ میں میتوں کا حشر ۱۳
کفر مرزا ـ بزبان مرزا ۱۵
جرمنی اور اسلام ۱۹
مسئلہ ختم نبوت، بھٹو اور مولانا ہزاروی ۲۲
دینی مدارس کے خلاف عالمی سازش ۲۳
اخبار ختم نبوت ۲۵

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا ● مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان ● مولانا سعید احمد جلالپوری

مرتب
حسین احمد نجیب

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

[illegible]

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

بیرون ملک چندہ
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۱۰۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۷۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات وانڈیا ۵۰ ڈالر
چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۲۴۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۳۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

پبلشر : عبدالرحمن باوا ○ طابع : سید شاہد حسن ○ مطبع : القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت : ۱۰۳ پریڈ لائن کراچی

قانون تحفظ ناموس رسالت اور توہین شان رسالت کی سزا

جرمنی کے صدر کی پاکستان کے معاملات میں بیجا مداخلت پر صدر پاکستان اور وزیر اعظم کا رویہ قابل صد افسوس ہے

امریکہ' برطانیہ اور فرانس کے ساتھ جرمنی بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نظریاتی جنگ میں شامل ہوگیا۔ گستاخان رسول بدبخت سلامت مسیح اور کرامت مسیح کی جرمنی کی حکومت نے جس طرح "ہیروز" کی حیثیت سے پذیرائی کی مسلمانان عالم کے قلوب اس سے بری طرح مجروح ہوئے۔ جرمنی کے صدر نے پاکستان میں اپنے دورے کے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے اپنی پریس کانفرنس میں جو اعلان کیا جنگ اخبار نے اس کی یوں خبر دی ہے۔

"جرمنی کے صدر ڈاکٹر رومن ہرزوگ نے کہا ہے کہ پاکستانی قیادت سے مذاکرات کے دوران وہ توہین شان رسالت کے قوانین کے بارے میں سوالات کے جوابات سے مطمئن ہیں۔ صدر فاروق لغاری اور وزیر اعظم بینظیر بھٹو سے اپنی بات چیت کو با مقصد اور انتہائی مفید قرار دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دونوں ملکوں کے مابین سیاسی اور اقتصادی تعاون' یورپ کے واقعات مسئلہ کشمیر سمیت جنوبی ایشیا کی صورت حال اور انسانی حقوق جیسے امور پر تبادلہ خیال ہوا ہے۔ بدھ کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جرمن صدر نے کہا کہ انہوں نے توہین رسالت کے قانون کے حوالے سے نہ صرف صدر فاروق لغاری اور وزیر اعظم بینظیر بھٹو سے بلکہ قائد حزب اختلاف محمد نواز شریف سے بھی گفتگو کی اور اس کے تحت سزا کو سخت قرار دیتے ہوئے اسے نرم کرنے کی تجویز پیش کی۔

(جنگ ۶ر اپریل ۱۹۹۵ء)

جرمن صدر کا مذکورہ بیان پاکستان کے اندرونی معاملات میں کھلی جارحانہ مداخلت کے مترادف ہے۔ صدر پاکستان کا اسلامی اور آئینی فرض تھا کہ جرمن صدر پر دو ٹوک الفاظ میں واضح کرتے کہ اسلام میں کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی ناقابل معافی جرم ہے چہ جائیکہ کوئی بدبخت اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سرزمین پر نبی آخر الزمان ﷺ (فداہ ابی وامی) کے بارے میں کسی بھی طرح کی ہرزہ سرائی کی جرأت کرے۔ اس بدبخت کی سزا موت سے کس طرح کم ہو سکتی ہے۔ حضور ﷺ کے بارے میں غلط انداز میں ادنٰی شک وشبہ ایمان سوزی کے کے لئے کافی ہے بڑی گستاخی تو دور کی بات ہے۔ جرمن صدر کے اعلان کے مطابق اقتدار و اختلاف کے سربراہ ان کی ہاں میں ہاں ملا چکے ہیں۔ آئین پاکستان اور قانون پاکستان کی رو سے ایسے لوگ مجرموں اور غداروں کی صف میں شمار ہوتے ہیں مناسب حکومت کی اہلیت کا سوال ہی خارج از بحث ہو جاتا ہے۔

جرمنی وہ ملک ہے جس کے ذرائع ابلاغ اور دانشور و اسکالر اپنے ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اور اسلام کو وحشیوں کا مذہب باور کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ عیسائیت کو یورپ کا مقدر قرار دے کر اسلام کے مقابل صلیبی فکر پیدا کر رہے ہیں۔ برصغیر میں انگریزی دور حکومت میں انگریزی نبوت کی بنیاد اسی غرض سے رکھی گئی تھی کہ محمد عربی ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کے مقابلہ میں انگریزی دین' اسلام کے نام پر' قادیانیت کی صورت میں دنیا میں پھیلا دیا جائے مگر بے پناہ وسائل اور پوری یورپی و امریکی قوت کی پشت پناہی کے علی الرغم امت خیر الرسل (ﷺ)

نے اس انگریزی نبوت کا پردہ چاک کر کے قادیانی امت کو جسد ملت سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا تو اب مغربی چغادریوں نے نیا پینترا بدلا ہے اور مسلمانوں کی دینی و ملی غیرت و اہمیت کے مدار اور مرکز' نبی آخر الزمان ﷺ کے مقام کو مسلمانوں کے دلوں میں کمتر ٹھہرانے کی غرض سے شان رسالت میں توہین و تحقیر کا وطیرہ اپنا لیا ہے پہلے قادیانیوں کو اس پر اکسایا مگر مقاصد کے حصول میں سست روی دیکھ کر عیسائی بدبختوں کو اس کام پر لگا دیا ور پاکستان میں اپنے ایجنٹ حکمرانوں کے ذریعہ پہلے عدالتی چکروں سے گذار کر ان کو شہرت دی پھر صلیبی ہیرو بنا کر یورپ میں اعزازات سے نوازنے کی راہ اختیار کر رکھی ہے۔

کافر اور صلیب کے محافظوں سے ہمیں اتنی بڑی شکایت نہیں وہ تو دشمنان دین اور محمد رسول اللہ ﷺ اور آپکی امت کے خلاف غیظ و غضب اور عناد کے جہنم میں اس حد تک پھنک رہے ہیں کہ ان کے سینے پھٹنے کے آثار نظر آتے ہیں۔ حیرت تو مسلمان کہلانے والے' محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہونے کے دعویدار اصحاب اقتدار کے فہم و فکر اور عمل و کردار پر ہے کہ محبت اور دوستی کے دعوے کس ذات پاک سے اور خواہشات و مطالبات پورے کرتے ہیں اس کے دشمنوں کے فیا للعجب۔

آخرت کی بات تو احکم الحاکمین کے علم و اختیار میں ہے۔ اور انجام کار آنکھ بند ہونے کے بعد قبر سے شروع ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے ایوان اقتدار میں بے روک گونجنے والی کتنی آوازیں اپنے صاحب آواز کے ساتھ اس انجام کو پہنچ چکی ہیں۔ اور موجودہ اصحاب اقتدار بھی ایک دن وہاں پہنچنے والے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مغربی آقاؤں کی خوشنودی نے کسی بھی ایک کو دوام بخشا؟ ہمارے پڑوس میں شہنشاہ ایران امریکہ و یورپ کا کلب سیمین بنا ہوا تھا وقت پڑنے پر کوئی اس کی ڈھارس بندھانے والا نہ پہنچ سکا۔ فاعتبروا یا اولو الابصار اقتدار کے ایوانوں پر قابض طاقت ور حضرات سے دردمندانہ درخواست ہے کہ "ناموس رسالت" کے نازک ترین معاملہ میں مثبت فہم و فکر کا انداز اپنائیں۔ غدار دشمنوں کے جھانسے میں آ کر نہ خود کو عذاب الٰہی کے لئے پیش کرنے کی راہ اختیار کریں اور نہ ہی مسلمانوں کو کسی آزمائش میں مبتلا کرنے کا ذریعہ و باعث بننے کا راستہ اپنائیں۔

اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب پر نہ کر

قانون شہادت میں ترمیم کا آرڈیننس

روزنامہ جنگ مورخہ ۱۰ اپریل کی خبر ملاحظہ ہو

پولیس کو دیا گیا اقبالی بیان ملزم کے خلاف شہادت سمجھا جائے گا

متعلقہ پولیس افسر کو بیان کا مکمل ریکارڈ پیش کرنا ہوگا، دہشت گردی سے متاثرہ علاقوں کے متعلق آرڈیننس کا نفاذ

اسلام آباد (اے پی پی) صدر فاروق احمد لغاری نے دہشت گردی سے متاثرہ علاقوں (خصوصی عدالتوں) کا ترمیمی آرڈی نینس جاری کیا ہے جو فوری طور پر نافذ العمل ہو گیا ہے۔ آرڈی نینس کے ذریعے دہشت گردی سے متاثرہ علاقوں (خصوصی عدالتیں) کے ایکٹ مجریہ 1992ء میں ترمیم کرتے ہوئے ایکٹ کی شق 11 کے بعد شق 11 الف کا اضافہ کیا گیا ہے جس کے تحت کسی شیڈولڈ جرم میں ملوث شخص کا پولیس کے سامنے دیا گیا ایسا اقبالی بیان جو کم از کم ڈی ایس پی کے عہدے کے افسر نے ریکارڈ کیا ہو ملزم کے خلاف شہادت سمجھا جائے گا اور اس ضمن میں قانون شہادت 1984ء (صدارتی حکم نمبر 10 مجریہ 1984ء) کی دفعہ 38 کے مندرجات لاگو نہیں ہوں گے تاہم خصوصی عدالت متعلقہ پولیس افسر سے آڈیو ویڈیو ٹیپس اور اقبالی بیان ریکارڈ کرنے کے لئے استعمال ہونے والے آلات سمیت اقبالی بیان کا مکمل ریکارڈ طلب کرے گی۔

ہمارے تفتیشی اور عدالتی نظام کا جو حال ہو چکا ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے حکمران امریکہ اور مغربی ملکوں سے تعاون اور مدد کی اپیلیں کر رہے ہیں۔ اس گہرے پس منظر میں قانون شہادت میں ترمیم کا آرڈیننس گھمبیر صورت حال کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اس ترمیمی قانون شہادت کے حوالے سے وعدہ معاف گواہوں کے ذریعہ ہر اس شخص اور ادارے پر ہاتھ ڈالنے کی راہ کھل جائے گی جو حکومت کی نظر میں ناپسندیدہ ٹھہرایا جائے گا۔ یا اللہ پاکستان اور مسلمانوں پر رحم فرما۔ آمین

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

الحج المبرور

(مقبول حج)

قل انی امرت ان اعبد اللہ مخلصا" لہ الدین

تمہید

یہ ایک چھوٹی سی آیت ہے جس میں حق تعالیٰ نے ایک بڑے ضروری امر کا امر فرمایا ہے اور یہ قرآن شریف کا خاص حصہ ہے کہ تھوڑے سے الفاظ میں مقصود کا ہر پہلو بیان ہو جاتا ہے۔ اخلاص کے بارے میں جتنی باتیں بیان کرنا ضروری تھیں وہ سب ان تھوڑے سے لفظوں میں بیان ہو گئی ہیں۔ اگر ان کی تفصیل بیان کی جائے تو اس کے لئے وسیع وقت کی ضرورت ہے اور وعظ کا وقت مستورات کی مصلحت سے رات کا رکھا گیا ہے اس لئے وقت میں زیادہ گنجائش نہیں۔ کیونکہ رات کے وقت دیر تک بیان ہونے سے سننے والے گھبرا جاتے ہیں۔ بعض پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو اونگھنے لگتے ہیں جس سے بیان کرنے والے کی طبیعت منقبض ہو جاتی ہے اس لئے میں اس کا خلاصہ عرض کئے دیتا ہوں جو ان شاء اللہ تھوڑے وقت میں بیان ہو جائے گا۔

اس آیت میں جس خاص ضروری بات کا امر ہے وہ اخلاص ہے۔ یوں تو اس کی ضرورت ہر وقت ہے اور ہر کام میں ہے۔ اخلاص کے بدون کوئی دین کا کام مقبول نہیں ہوتا۔ مگر اس وقت جس خاص کام کے لئے اخلاص کی ضرورت مجھ کو بیان کرنا ہے اس کے لئے ایک خاص محرک موجود ہے وہ یہ کہ سامعین کو معلوم ہے کہ اس وقت ان میں سے بہت سے حضرات کا حج کا ارادہ ہے جن میں مرد بھی ہیں اور مستورات بھی ہیں اور مجھے بھی بمبئی تک انہی کے پہنچانے کے لئے آنا پڑا ہے۔ اگرچہ میرے مشاغل اس قدر ہیں کہ مجھ کو اس سفر کے لئے مہلت نہ مل سکتی تھی مگر محض اس خیال سے یہاں تک چلا آیا کہ مجھے اگر حج کی توفیق دوبارہ نہیں ہوئی تو کم از کم حجاج کی خدمت اور راحت رسانی ہی کا کچھ ثواب لے لوں۔ اگرچہ میں کسی کی کچھ خدمت بھی نہیں کر سکتا مگر غالباً میرے بمبئی تک ساتھ ہونے سے میرے رفیقوں کو بہت کچھ سہولتیں اس سفر میں ہو گئی ہوں گی اور اگر سب کو نہیں تو خاص میرے متعلقین کو تو قوت اور انس ضرور رہا ہو گا۔

اور یہ عجیب بات ہے کہ میرے یہاں تک آنے سے مشہور یہی ہو گیا کہ میں حج کو جا رہا ہوں۔ خیر یہ بھی ایک نیک فال ہے ان شاء اللہ مجھے حجاج کی معیت میں حج ہی کا ثواب مل جائے گا کیونکہ حدیث میں ہے الدال علی الخیر کفاعلہ کہ نیک کام کا راستہ بتانے والا بھی ثواب میں کرنے والے کے برابر ہے تو جب صرف دلالت کا ثواب کرنے کے مثل ہے تو اس مشقت کا ثواب کہ میں گھر سے بمبئی تک حجاج کی مصلحت سے ان کے ساتھ آیا یہ بھی ان شاء اللہ حج کے برابر ہی ہو جائے گا۔

پھر میں اس وقت حج کے کامل اور مقبول ہونے کا طریقہ بتلانا چاہتا ہوں۔ اگر اس بیان سے کسی کو نفع ہو گیا تو دلالت علی الخیر بھی پائی گئی۔ جس کا ذکر حدیث میں صراحتاً موجود ہے۔ بہرحال بعض رفقاء کا ارادہ حج اس بات کا محرک ہوا کہ حج کے متعلق کچھ ضروری تنبیہات گوش گزار کردی جائیں تاکہ جس امر کا انہوں نے خدا کی توفیق سے ارادہ کیا ہے اس کو آداب و شرائط کے ساتھ ادا کریں کیونکہ ہر چیز اپنے آداب و شرائط کے ساتھ ہی کامل ہوا کرتی ہیں۔

قاعدہ عقلیہ

چنانچہ ایک ایسے ہی امر کی طرف اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے جس کو میں نے اس وقت تلاوت کیا ہے اور وہ امر جس کی طرف اس آیت میں تنبیہ ہے بہت ہی زیادہ ضروری ہے کیونکہ یہ ایک قاعدہ مسلمہ عقلیہ ہے کہ ہر فعل میں جس چیز کی کمی ہوا کرتی ہے اس کا تدارک دوسرے محسنات سے مقدم ہوتا ہے یعنی جس کام میں اصل ہی سے کمی ہو گو محسنات بھی اس میں ہوں وہ ناقص ہوتا ہے پس ہر کام کی تکمیل کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے ان کوتاہیوں کو پورا کیا جائے جن پر اس کی صحت اور مقبولیت موقوف ہے پھر اگر خدا ہمت دے تو ان مستحبات اور نوافل اور زوائد کو بھی پورا کیا جائے۔ جن سے اس کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اور اگر نوافل و زوائد کو پورا بھی نہ کیا جائے تو حسن اصلی تو سب بھی رہے گا اور کوتاہیوں کے ہوتے ہوئے کسی کام میں حسن پیدا نہیں ہو سکتا۔

دیکھئے! اگر ایک مکان میں تمام ضروریات موجود ہوں کسی معتبر چیز کی کمی نہ ہو مگر اس پر نقش و نگاری اور بیل بوٹے نہ ہوں تو اس مکان کو ناقص نہ کہا جائے گا اور اگر اس میں پاخانہ یا غسل خانہ یا اور کوئی ضروری چیز نہ ہو تو چاہے اس میں ہزار بیل بوٹے ہوں اس کو یقیناً "ناقص" کہا جائے گا اور سب یہی کہیں گے کہ یہ مکان رہنے کے قابل نہیں۔ اسی طرح ہر چیز میں غور کر لیا جائے تو اس عقلی قاعدہ کی تائید ہر چیز میں ملے گی کہ اول ہر چیز کے نقصانات اور کوتاہیوں کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے محسنات اور زوائد کا مرتبہ بعد میں ہے۔ اس لئے میں نے اس آیت کے مضمون کو زیادہ ضروری قرار دیا۔ کیونکہ اس میں ایک ایسی چیز کا بیان ہے جس پر ہر نیک عمل کا درست اور مقبول ہونا موقوف ہے اور اس میں آج کل بہت کمی پائی جاتی ہے اور وہ اخلاص ہے۔

حج میں اخلاص کی زیادہ ضرورت

اگرچہ اخلاص کی کمی ہمارے اکثر اعمال میں آج کل ہے اس لئے بظاہر حج کی کوئی خصوصیت معلوم نہ ہوئی ہوگی۔ مگر میں ابھی بتلاؤں گا کہ اخلاص کی ضرورت حج میں زیادہ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حج کی ایک خاص شان ہے جس کی وجہ سے وہ اکثر اخلاص سے خالی ہو جاتا ہے اور یہ ہمارے سوء فہم کا نتیجہ ہے کہ اس کی وہ خاص شان اس کو مقتضی ہوئی کہ اس میں اخلاص کم ہوتا ہے ورنہ اس شان کا اصلی مقتضا یہ تھا کہ اس میں دوسرے اعمال سے زیادہ اخلاص کا اہتمام کیا جاتا۔

حج کی ایک شان یہ ہے کہ وہ ساری عمر میں ایک بار فرض ہوتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو کام بار بار ہوتا ہے اس میں اگر پہلی بار اخلاص نہ ہو تو آہستہ آہستہ پیدا ہو جاتا ہے۔ نماز دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے اگر کسی کو اول روز اخلاص نصیب نہ بھی ہو تو وہ کوشش کر کے دو چار روز یا دو چار ہفتوں میں اخلاص حاصل کر سکتا ہے۔ روزہ میں اتنا تکرار تو نہیں مگر ہر سال رکھنا پڑتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ ہے۔ اگر کوئی شخص تمنا کے ساتھ بلوغ کے بعد پچاس سال کی عمر پائے تو پچاس مرتبہ زکوٰۃ فرض ہوگی۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ دوسرے اعمال میں اخلاص کا پیدا ہونا آہستہ آہستہ ممکن ہے۔ اگر پہلی بار نہ ہوا دوسری تیسری بار میں ہو جائے گا۔

درجات اخلاص

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اخلاص کے [illegible] تین درجے ہیں ایک یہ کہ فعل سے [illegible] کا قصد ہو یہ تو نفس اخلاص ہے اور یہی مقصود اور مرتبہ کمال کا ہے دوسرے یہ کہ [illegible]

خلاف ہے۔ ایک یہ کہ کچھ بھی قصد نہ ہو نہ غایت صحیحہ کا نہ غایت فاسدہ کا بلکہ یونہی معمول کے موافق ایک کام کرلیا یہ درجہ بین بین ہے اس کو اخلاص سے اتنا بعد نہیں جتنا دوسرے درجہ کو بعد ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں اور قصد یہ ہو کہ خدا تعالیٰ ہم سے راضی ہوں کہ اس کے سوا اور کچھ نیت نہ ہو یہ تو اخلاص کا درجہ کمال ہے ایک یہ صورت ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو دکھانے کا خیال ہو کہ فلاں شخص ہمارے خشوع خضوع کو دیکھ کر ہمارا معتقد ہو جائے گا یہ بالکل اخلاص کے خلاف ہے۔ ایک یہ صورت ہے کہ ہم معمول کے موافق نماز پڑھ لیں۔ نہ وہ خیال دل میں ہو نہ یہ خیال ہو۔ یہ مرتبہ بین بین ہے۔ یہ اگر اخلاص سے قریب ضرور ہے مگر ظاہر ہے کہ فعل اختیاری فاعل مختار سے بدون کسی غرض کے تصور کے نہیں ہوتی۔ یہ محض عادت کی برکت ہے۔ جو اب کسی کام کی عادت ہو جاتی ہے تو وہ خود بہ خود صادر ہونے لگتا ہے اس کے لئے اب بار بار ارادہ اور عزم نہیں کرنا پڑتا۔ یہ مطلب نہیں کہ نماز کی نیت بھی نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی غایت پر نظر نہیں ہوتی۔

تکرار کی وجہ سے عادت ہو گئی ہے اور عادت کے بعد غایات کا لحاظ نہیں ہوا کرتا۔ پس معلوم ہوا کہ جس کام میں تکرار ہو اس میں اخلاص سے من وجہ قرب ہے اور جس میں تکرار نہ ہو اس میں اخلاص اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ غایت صحیحہ کا تصور اور اس کا قصد نہ ہو۔

اسی وجہ سے حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ریاء ہمیشہ ریاء نہیں رہا کرتی کیونکہ ریاء کرتے کرتے پھر اس کام کی عادت پڑ جاتی ہے اور جس کی عادت ہو جاتی ہے اس میں پھر کوئی خیال نہیں آیا کرتا پھر وہ اخلاص سے قریب ہو جاتا ہے۔

اب حج کو دیکھئے تو اس میں تکرار بالکل نہیں یعنی فرض کے اعتبار سے گو نفل کے اعتبار سے کوئی کتنا ہی کرے مگر یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ حج ساری عمر میں فرض صرف ایک ہی بار ہے تو اس میں جب تک غایت صحیحہ کا تصور اور قصد نہ کیا جائے گا اس میں اخلاص نہیں پیدا ہوگا کیونکہ اس میں تکرار نہیں اور تکرار کی وجہ سے عادت بھی نہیں اور عادت نہ ہونے کی وجہ سے اس احتمال کی بھی نوبت نہیں آتی کہ بالکل خالی الذہن ہو کر حج کیا جائے۔ بس اس میں دو ہی صورتیں ہیں یا تو غایت صحیحہ کا قصد ہوگا یا غایت فاسدہ کا۔ اس لئے اس میں اخلاص کے اہتمام کی دوسری عبادات سے زیادہ ضرورت ہے یہی اس وقت مجھ کو بیان کرنا ہے کہ یوں تو ہر عبادت کے لئے اخلاص کی ضرورت ہے مگر حج کے لئے خصوصاً اخلاص کی بہت ضرورت ہے کہ ساری عمر میں ایک بار اس کے ادا کرنے کا موقع ملتا ہے پھر نہ معلوم کسی کی قسمت میں دوبارہ بھی ہے یا نہیں۔ تو ایسی عبادت میں بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ اگر خدانخواستہ اس میں کوتاہی رہ گئی تو بڑی ناکامی ہوگی۔ اول تو حج کرنا دوسری عبادات کی طرح آسان نہیں۔ جانی اور مالی دونوں قسم کی مشقتیں اس میں برداشت کرنی پڑتی ہیں دوسرے بار بار اس کی توفیق اور ہمت ہو جانا بھی محتمل ہے۔ اگر ایسی حالت میں یہ ساری محنت اخلاص سے خالی ہوئی تو نیکی برباد اور گناہ لازم ہوا۔ پھر روپیہ الگ ضائع ہوا۔ اس سے زیادہ ناکامی اور کیا ہوگی۔

عظمت اخلاص

اللہ نے آیت میں بہت اہتمام سے اخلاص کا امر فرمایا ہے قل انی امرت ان اعبد اللہ مخلصا لہ الدین فرما دیجئے کہ مجھ کو امر کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اسی کے لئے خالص کر کے بجالاؤں۔

یہ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ ہر حکم کو ضروری فرماتے تھے۔ آپ رسول تھے اور رسول کا فرض منصبی ہے کہ تمام احکام کو مخلوق کی طرف پہنچائے۔ لہٰذا اس کی ضرورت نہ تھی کہ حق تعالیٰ خاص طور پر کسی حکم کے لئے یہ فرمائیں کہ اس کو پہنچا دو مگر پھر بھی جب کسی حکم کے لئے آپ کو ارشاد ہو گیا کہ اس حکم کو پہنچا دو۔ تو ضرور اس سے اس حکم کا مہتم بالشان ہونا سمجھا جائے گا۔ چنانچہ یہاں اخلاص کا امر فرماتے ہوئے حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کو لفظ قل سے خطاب فرمایا ہے کہ یہ بات امت سے کہہ دیجئے۔ ایک قوی قرینہ ہے کہ آئندہ جو حکم آئے گا وہ بہت قابل اہتمام ہے۔ پھر اس کے بعد اخلصوا نہیں فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ اخلاص کیا کریں بلکہ اس کے بجائے امرت ان اعبد اللہ فرمایا کہ یوں کہہ دو کہ مجھ کو اخلاص کا حکم کیا گیا ہے اس جملہ سے حضور (ﷺ) کا مامور بالاخلاص ہونا ظاہر فرمایا گیا جس امر کا محبوب بھی مامور ہو وہ کیسا امر ہوگا۔ بہت ہی مہتم بالشان اور ضروری ہوگا کہ رسول اور محبوب بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔

محبوب خدا سے خدا کا معاملہ

دنیا والوں کا اگر کوئی محبوب ہو تو اس کو احکام سے مستثنیٰ کر دیتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ کے یہاں یہ قاعدہ نہیں۔ حضور ﷺ سب سے زیادہ حق تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ مگر حضور ﷺ کو احکام سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ بلکہ خصوصیت اور محبوبیت اگر ظاہر ہوئی تو اس صورت میں کہ حضور ﷺ پر زیادہ احکام لازم کئے گئے۔ تہجد دوسروں پر فرض نہیں سنت ہے مگر حضور ﷺ پر ایک قول کے موافق فرض تھا اور نافلۃ لک سے استدلال کیا گیا ہے کہ یہ تہجد آپ (ﷺ) پر دوسروں سے فرض زائد ہے۔

یہاں سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوگئی جو اولیاء کے لئے ایک مقام ایسا مانتے ہیں جہاں احکام شرعیہ ان سے معاف ہو جاتے ہیں یہ بالکل غلط خیال ہے۔ ان لوگوں نے محبوبان خدا کو محبوبان دنیا پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح دنیا والوں کے محبوب تکالیف اور احکام سے مستثنیٰ ہو جاتے ہیں اور یہ خبر نہیں کہ یہاں محبوب ہی وہ بنتا ہے جو آئندہ بھی دوسروں سے زیادہ احکام کا بجالانے والا ہو۔ حق تعالیٰ کی محبت اضطراری نہیں کہ بلاوجہ کسی سے خواہ مخواہ محبت ہو جاتی ان کی محبت اختیاری ہے۔ اور وہ اسی سے محبت کرتے ہیں جو ان کا زیادہ مطیع ہو۔ پس جو چیز محبت کا سبب ہے وہی اگر جاتی رہے گی تو محبوب کہاں رہے گا۔ پھر سب سے زیادہ محبوب حضور ﷺ ہیں۔ اگر محبوبان خدا احکام سے مستثنیٰ ہوا کرتے تو سب سے زیادہ حضور ﷺ مستثنیٰ ہوتے مگر احادیث و اقوال علماء سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر دوسروں سے زیادہ احکام تھے اور جہاں ظاہر میں آپ کے لئے رخصت ہے وہ بھی حقیقت میں عزیمت ہے وہ رخصت اس شخص کے حق میں ہے جس کو حقوق ادا کرنے کا قصد نہ ہو اور جس کو حقوق ادا کرنے کا خیال ہو اور اللہ تعالیٰ سے عشق ہو اس سے پوچھئے کہ یہ کتنی بڑی مشقت ہے۔

حکمت تعدد ازواج

مثلاً" مخالفین کا اعتراض ہے کہ حضور ﷺ نے معاذ اللہ حظ نفس کے لئے تعدد ازواج کی۔ نو بیبیوں سے نکاح کیا اور افسوس یہ کہ بعض مسلمان بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ گو اعتراضاً" نہیں بلکہ اپنے حظوظ نفس کی گنجائش کے لئے چنانچہ بعض لوگ چند نکاح کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے اگر کیا تو کیا حرج ہے۔ حضور ﷺ نے بھی تو چند نکاح کئے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ حضور ﷺ نے حظ نفس کے لئے چند نکاح ہرگز نہیں کئے۔ حضور ﷺ کے لئے تعدد ازواج مصالح دینیہ کے سبب مشروع ہوا مثلاً" آپ کی شان تھی شارع کی کہ آپ تمام امت کے لئے احکام الٰہی بیان فرماتے تھے بعض احکام ایسے بھی ہیں جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور عورتیں خود حضور ﷺ سے بلاواسطہ دریافت کر نہ سکتی تھیں اور مردوں کے ذریعہ سے کہاں تک جزئیات کی تحقیق ہو سکتی اس لئے آپ کے لئے احکام کی اشاعت میں تعدد ازواج کی مصلحت تھی کہ دوسری عورتیں ازواج کے واسطہ سے سوال باآسانی کرلیا کریں اور جو بات ان کی سمجھ میں نہ آوے اس کو ان ازواج مطہرات کے ذریعہ سے بخوبی سمجھ لیا کریں۔

اب آپ ہی انصاف کریں کہ ہزارہا مسلمان عورتوں کو احکام سمجھانے کے لئے اگر آپ ﷺ نو سے زیادہ بھی نکاح کرتے تب بھی کم تھا۔

پھر حضور ﷺ نے تعدد ازواج میں اعتدال کی تعلیم فرمائی ہے اور خود بھی عدل کے کسی دقیقہ کو نہیں چھوڑا گو بعض اقوال پر آپ ﷺ پر واجب بھی نہ تھا۔ علاوہ اسکے نکاح میں دو جانبیں ہیں ایک افراط اور ایک تفریط۔ افراط یہ کہ باوجود قوت کے نکاح ہی نہ کرے۔ ایک تفریط کہ

ضرورت سے زیادہ کرے۔ حضور ﷺ نے دونوں سے منع فرمایا اور اعتدال کی تعلیم دی کہ جتنی ضرورت ہو اس سے آگے نہ بڑھے اور چار سے زیادہ کی کسی کو بھی ضرورت نہیں اور شاذ کا اعتبار نہیں اس لئے اس سے زیادہ سب کے لئے حرام ہے اب غور کیجئے کہ ایک شخص کو ایک نکاح کی ضرورت تھی اس نے ایک نکاح کرلیا یہ تو اعتدال ہے اور ایک شخص کو دو یا تین کی ضرورت ہو اور اس نے ایک پر اکتفا کرلیا تو یہ مجاہدہ ہے۔

جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب سنئے کہ حضور ﷺ کی بابت جو ملاحدہ کا اعتراض ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ ان کو حضور ﷺ کی قوت کا اندازہ نہیں۔ وہ حضور ﷺ کو معمولی آدمیوں جیسا سمجھتے ہیں حالانکہ عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ انبیاء علیہم السلام باطنی کمالات کے علاوہ ظاہری اور بشری کمالات میں بھی دوسروں سے زیادہ ہوتے ہیں چنانچہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہ السلام کے کے سو اور ہزار بیبیاں ہونا اہل کتاب میں مشہور ہے اسی طرح ہمارے حضور ﷺ بھی قوت بشریہ میں دوسروں سے بڑھے ہوئے تھے۔

حدیث میں ہے حضور ﷺ میں تیس مردوں کی اور ایک روایت میں چالیس مردوں کی قوت تھی۔ پس اگر آپ ﷺ تیس یا چالیس نکاح بھی کرتے۔ تب بھی اعتدال سے کسی طرح باہر نہ ہوتے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو اس قدر قوت حاصل تھی پھر جب اتنی قوت پر آپ ﷺ نے نو بیبیوں پر اکتفا کیا تو یہ مجاہدہ ہوا یا کہ حظ نفس، بہرحال یہ صورت اعتدال سے آگے کسی طرح نہ تھی۔ بلکہ اعتدال سے گذر کر مجاہدہ میں داخل تھی۔

رعایت عدل

پھر ضروری بات ہے کہ نو بیبیاں ہونے سے حقوق بھی آپ ﷺ کے ذمہ بڑھ گئے خواہ "تبرعاً" یا "التزاماً"۔ کیونکہ اس میں علماء کا اختلاف بھی ہے کہ حضور ﷺ پر عورتوں کی باری مقرر کرنا اور برابری وغیرہ کرنا واجب تھا۔ یا آپ ﷺ "تبرعاً" کرتے تھے بہرحال اس میں چاہے اختلاف ہو مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ برابری اور عدل کا پورا لحاظ فرماتے تھے حتیٰ کہ بیماری میں بھی ایک کی باری میں دوسرے کے گھر نہ رہتے تھے۔ البتہ مرض وفات کے بعد جب ازواج مطہرات نے دیکھا کہ حضور ﷺ کو حضرت عائشہؓ کے دن کا بہت انتظار رہتا ہے تو سب نے رضامندی سے عرض کیا کہ بس اب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے گھر میں تشریف رکھیں اور اس حالت میں ہر ایک کے گھر جانے میں آپ ﷺ کو کلفت پہنچتی ہے۔ اب خیال کیا جائے کہ جس شخص کو حقوق کے ادا کرنے کا اس درجہ خیال ہو اس کے لئے نو بیبیوں میں عدل کرنا بڑی

سلطنت کے عدل سے بھی مشکل تر ہے کیونکہ یہاں محض ضابطہ کا تعلق نہیں کہ صرف ڈانٹ ڈپٹ سے کام لے لے۔ دونوں طرف سے محبت کا تعلق ہے ہر ایک کی تکلیف سے دل دکھتا ہے۔

پھر شریعت کی پابندی کا مقتضاء یہ ہے کہ ظاہری برتاؤ میں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دی جائے ایسی حالت میں عدل کرنا بڑے مرد کا کام ہے اور حضور ﷺ عدل کی اس قدر رعایت فرماتے تھے کہ آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد بھی آپ یہ فرمایا کرتے تھے۔ اللھم ھذہ قسمتی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک۔ الٰہی یہ میری تقسیم ہے ان امور میں جو تیرے قبضہ میں ہیں۔ پس مجھ کو اس چیز میں ملامت نہ فرمائیے جو میرے اختیار سے باہر ہے یعنی قلبی محبت اور رجحان "مثلاً" میلان زیادہ آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف تھا۔ تو یہ بات اختیار سے باہر تھی۔ مگر ظاہری برتاؤں میں آپ ﷺ سب کے ساتھ عدل پورا فرماتے تھے۔ پس اس مشقت پر نظر کر کے وہ رخصت بھی رخصت نہ رہی بلکہ وہ بھی عزیمت تھی اب کس کا منہ ہے کہ اپنے آپ کو احکام سے مستثنیٰ سمجھے۔

مسئلہ تصوف کا حل

آگے فرماتے ہیں ان اعبد اللہ مخلصا لہ الدین اس میں ایک بہت بڑا مسئلہ تصوف کا حل ہو گیا ہے آجکل ایک فرقہ ہے۔ جس نے تمام شریعت کی روح نکال لی ہے اور واقعی روح ہی نکال دی اور اپنی طرف سے دین کو مردہ کردیا۔ لیکن واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون خدا اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔ اگر چہ بے دین لوگ ناگواری ظاہر کرتے رہیں وہ لوگ احکام و عبادات کو بے کار سمجھتے ہیں۔ نماز کا خلاصہ نکالا ہے ذکر کہ بس خدا کی دھن لگی رہنی چاہئے نماز کی کیا ضرورت ہے۔ زکوٰۃ کا خلاصہ یہ نکالا کہ ہمدردی ہونا چاہئے روپیہ غریبوں کو دینے کی ضرورت نہیں حج کا خلاصہ یہ نکالا کہ تعلقات قطع کر دینے چاہیں مکہ جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ غرض تمام عبادات میں اخلاق کو اصل سمجھا ہے اور اعمال کو بیکار کردیا۔

اس آیت میں ان کا جواب موجود ہے۔ حق تعالیٰ نے اس آیت میں امرت کا مفعول ان اعبد کو بنایا ہے اور مخلصا لہ الدین اس کا حال ہے اور حال میں اصل یہی ہے کہ حال کی قید اور اس کے تابع ہوتا ہے۔ اعبد کیل مستقل تو اخلاص کو عبادت کا تابع بنایا گیا۔ معلوم ہوا کہ عبادات اصل ہیں اور احوال و کیفیات و اخلاق ان کے تابع ہیں۔ اب کسی کا کیا منہ ہے کہ احکام و عبادات کو بیکار کہے سارا قرآن اس سے بھرا پڑا ہے۔ جابجا عبادات کی تاکید اور ان کے ترک پر وعید ہے ہاں کسی کو قرآن پر ہی ایمان نہ ہو وہ جو چاہے کہے۔

حقیقت اخلاص

اخلاص کے معنی لغت میں خالص کرنے کے ہیں اور شریعت میں بھی اس کے معنی وہی ہیں جو ورود شرع سے پہلے تھے خالص کہی وہ ہے جس میں کوئی دوسری چیز ملی ہوئی نہ ہو۔ اخلاص عبادت کے معنی بھی یہ ہوئے کہ عبادت کو غیر عبادت سے خالی کیا جائے یعنی کوئی ایسی غرض اس میں ملی ہوئی نہ ہو جس کا حاصل کرنا "شرعاً" مطلوب نہیں ہے "مثلاً" نماز سے بزرگ مشہور ہونا زکوٰۃ دینے سے نام آوری اور حج سے حاجی کہلانا مقصود نہ ہو اور یوں کوئی نہ کوئی غرض تو ضروری ہوگی کیونکہ فاعل مختار کا فعل غرض سے خالی نہیں ہو سکتا۔ پس اخلاص کے یہ معنی نہیں کہ رضاء حق اور جنت کی بھی غرض نہ ہو۔ کیونکہ یہ غرض تو مطلوب ہے حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون (۳) ہیں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنا چاہئے اور اس سے پہلے جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے جن کی طرف رغبت کرنے کا امر خود قرآن میں موجود ہے۔ وفی الحدیث اللھم انی اسئلک الجنۃ وما قرب الیھا من قول او عمل حدیث میں ہے کہ حضور اس طرح دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ! میں آپ سے جنت کی درخواست کرتا ہوں اور ان اقوال و اعمال کی جو جنت کی طرف نزدیک کردیں۔ معلوم ہوا کہ جنت کی درخواست کرنا سنت ہے اس لئے میں نے اخلاص کی حقیقت یہ بیان کی تھی۔ کہ عبادت کے ساتھ کوئی ایسی غرض نہ ملائی جائے جس کا قاصد کرنا مطلوب نہیں اور ثواب اور جنت کا اور عذاب سے نجات کا مانگنا مطلوب ہے۔ اس لئے یہ غرض اگر عبادت میں ملی ہوئی ہو تو یہ اخلاص کے منافی نہیں۔

بعض لوگ بے دھڑک کہہ ڈالتے ہیں کہ ہم کو جنت کی پرواہ نہیں دوزخ کی پرواہ نہیں ان لوگوں کو جنت و دوزخ کی حقیقت معلوم نہیں ورنہ ساری شیخی رکھی رہ جائے۔ حضور ﷺ سے زیادہ کون کامل ہوگا۔ مگر حضور ﷺ نے بھی جنت کی طلب کی ہے اور جہنم سے پناہ مانگی ہے۔

اور بعض اہل حال سے جو اس قسم کے اقوال منقول ہیں وہ غلبہ احوال میں ان سے صادر ہوئے ہیں یہ کوئی ان کے کمال کی دلیل نہیں حالت اکمل وہی ہے جو سنت کے موافق ہو مگر وہ حضرات بوجہ غلبہ حال کے معذور سمجھے جاتے ہیں اس وقت ان کو جنت کی طرف التفات نہ تھا ورنہ جنت ایسی چیز نہیں جس کی کسی کو پرواہ نہ ہو۔

پھر جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اصل مقصود رضائے حق ہے ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ رضائے حق پر نظر کرتے ہوئے جنت کی درخواست ضروری ہے کیونکہ اول تو وہ محل رضا ہے۔ جنت ہی میں حق تعالیٰ کی رضا کا ظہور ہوگا۔ جب رضا مطلوب ہے تو محل رضا بھی مطلوب ہونا چاہئے اس شئی لذا ثبت ثبت بلوازمہ ہر شے اپنے لوازم کے ساتھ ثابت ہوا کرتی ہے مطلوب کے مقدمات اور وسائل بھی من وجہ مطلوب ہوتے ہیں لہٰذا رضا کے مطلوب ہونے سے بھی جنت کا مطلوب ہونا لازم آتا ہے پھر اس سے بے پروائی کے

کیا معنی؟

دوسرے جب حق تعالیٰ کی رضا اصل مطلوب ہے اور رضا حاصل ہوتی ہے امتثال اوامر سے یعنی احکام کی بجا آوری سے اور میں آیت قرآنی سے بتلا چکا ہوں کہ حق تعالیٰ جنت کی طرف رغبت کرنے کا امر فرماتے ہیں تو جنت کی رغبت کرنے اور اس کی درخواست کرنے سے بھی رضائے حق حاصل ہوگی کیونکہ اس میں بھی ایک حکم کا امتثال ہے۔

چنانچہ اسی امتثال حکم کی وجہ سے حضور ﷺ نے متعدد دعاؤں میں جنت کی درخواست کی ہے پس یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ عبادات میں جنت اور ثواب کی طرف التفات کرنا اخلاص کے خلاف یا کمال کے منافی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جنت حق تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کے سامنے دنیا کی نعمتیں ہیچ ہیں۔ مگر ہم کو دنیا کی نعمتوں سے بھی استغناء ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ان دنیوی نعمتوں کی قدر اور شکر کا حکم کیا گیا ہے تو خدا کی اتنی بڑی نعمت سے استغناء اور بے پروائی کیونکر جائز ہوگی۔ اب جن بزرگوں سے ایسی باتیں منقول ہیں ہم کو جنت کی پرواہ نہیں وہ ان سے غلبہ حال میں صادر ہوئی ہیں اس وقت ان کو جنت کی طرف التفات نہ تھا۔ حضور ﷺ کی شان عبدیت تو یہ تھی کہ آپ کھانا تناول فرماکر یوں فرمایا کرتے تھے غیر مودع ولا مستغنی عنہ ربنا یعنی میں اس کھانے کو ہمیشہ کے لئے رخصت نہیں کرتا (دوسرے وقت پھر اس کا محتاج ہوں گا) اور نہ اے خدا میں اس سے مستغنی ہوں۔ پھر جنت کی نعمتوں سے کون مستغنی ہوسکتا ہے۔

یہاں سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ آج کل جو مریدوں کی عادت ہے کہ مشائخ کے سامنے جب کوئی ہدیہ پیش کرتے ہیں تو اکثریوں کہا کرتے ہیں کہ آپ کو اس کی کیا پرواہ ہے یہ تو حقیر اور قلیل چیز ہے یہ محاورہ قابل ترک ہے۔ بعض اس لفظ کو سن کر میرے تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ مشائخ کیا چیز ہیں کہ وہ خدا کی نعمتوں سے مستغنی ہوں اور ان کو خدا کی نعمتوں کی پرواہ نہ ہو۔ آخر وہ بھی انسان ہیں ان کو بھی کھانے پینے اور روپیہ پیسہ کی احتیاج ہوتی ہے۔ اگر ایک وقت پیشاب بند ہوجاوے اس وقت حقیقت ہے اور جو مشائخ اس لفظ کو سن کر خاموش ہوجاتے ہیں ان کی ہمت ہے ایسے الفاظ کبھی شیخ کے لئے استعمال نہ کرنے چاہئیں جو انبیاء کے واسطے بھی بولنے جائز نہیں انبیاء علیہم السلام بھی خدا کی سب نعمتوں کے محتاج تھے۔

جب حضرت ایوب علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے مرض سے شفا عطا فرمائی ہے وہ غسل کررہے تھے اسی وقت ان کے اوپر سونے کی ٹڈیوں کی بارش آسمان سے ہوئی وہ ان ٹڈیوں کو فوراً جمع کرنے لگے حق تعالیٰ نے فرمایا الم اکن اغنیتک کہ کیا میں نے تم کو غنی نہیں کیا۔ انہوں نے عرض کیا بلیٰ یارب ولکن لاغنالی عن برکتک کہ خدایا آپ نے بیشک مجھے غنی بنایا ہے۔ لیکن آپ کے تبرک سے تو بے پرواہ نہیں ہوسکتا پس خدا کی نعمتوں سے بے پروائی کسی کو کسی وقت نہیں ہوسکتی تو ہم خدا تعالیٰ کی رضاء کے بھی محتاج ہیں جنت کے بھی محتاج ہیں ثواب کے بھی محتاج ہیں اور وہ یہ مقاصد ہیں جن کا اعمال دینیہ میں مطلوب ہونا ظاہر ہے ان کی نیت عبادات میں کرنا اخلاص کے خلاف نہیں۔

جب آپ کو اخلاص کی ضرورت اور اس کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اب یہ معلوم کیا جائے کہ حج کا کن چیزوں سے خالص کرنا ضروری ہے سوسن لیجئے کہ وہ دنیوی اغراض ہیں جن سے حج کا خالص کرنا ضروری ہے دینی عمل کے ساتھ دنیوی غرض کا ملنا ایسا ہے جیسا کہ دودھ میں پانی ملا دیا جائے اور کون نہیں جانتا کہ دودھ خالص وہی ہے جس میں پانی نہ ہو اسی طرح عبادت خالص وہی ہے جس میں دنیوی غرض کوئی ملی ہوئی نہ ہو اور دودھ میں پانی ملانے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ دودھ میں پانی ملایا جائے۔ دوسرے یہ کہ پانی میں دودھ ملایا جائے۔ تیسرے یہ کہ دونوں کو ایک ساتھ کسی دوسرے برتن میں ڈال دیا جائے حج میں آمیزش کی بھی یہی تین صورتیں ہیں۔ یہ کہ حج سے پہلے ہی کوئی خرابی اس میں ڈال دی جائے۔ دوسرے یہ کہ حج کرکے اس کو خراب کردیا جائے۔ تیسرے یہ کہ حج کے ساتھ ساتھ خرابیاں بھی ہوتی رہیں۔

حج سے پہلے خرابی ڈالنے کی صورت یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی دنیوی غرض اس کیساتھ ملالی جائے مثلاً حاجی کہلانے کی نیت ہو یا مال حرام سے سفر کیا جاوے۔ حج کے ساتھ ساتھ خرابیاں ہونے کی صورت یہ ہے کہ سفر حج میں معصیت کرتے ہیں۔ گناہوں سے توبہ نہ کی ہو۔

سفر حج میں اہتمام نماز

مثلاً بعض لوگ حج کے سفر میں نماز چھوڑ دیتے ہیں اور جو کوئی ان سے کہتا ہے کہ بھائی یہ کیسا حج ہے کہ نماز ہی موقوف کردی تو کہتے ہیں کہ صاحب ایسی گندی حالت میں نماز کیسے پڑھیں۔ جہاز کے پاخانے غلیظ ہوتے ہیں چھینٹیں اڑ کر کپڑوں پر آتی ہیں کپڑوں کا کیا اعتبار ہو تو ں کا کیا اعتبار۔ خدا فقہاء کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے وسوسہ کو اس قدر قطع کیا ہے کہ کوئی کیا قطع کرے گا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب تک قسم کھا کر نہ کہہ سکے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا اس وقت تک باوضو ہے اسی طرح کپڑوں کا حکم ہے جب تک یقین نہ ہوجائے کہ ان میں ناپاکی لگ گئی ہے اس وقت تک کپڑوں کو پاک سمجھنا چاہئے خواہ کیسے ہی پاخانے غلیظ ہوں احتیاط کرکے بیٹھو اور احتیاط سے اٹھو جب تم کو ناپاکی کپڑوں پر نظر نہیں آتی ان کو پاک ہی سمجھو۔ لیجئے شریعت میں کس قدر آسانی ہے اب بھی اگر کوئی نمازیں برباد کرے وہ خود بھگتے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ یہ دو فرقے دین کے محافظ ہیں۔ فقہاء اور صوفیہ' اور فقہاء کا وجود تو مسلمانوں کے حق میں بہت ہی بڑی نعمت تھی۔

علماء نے لکھا ہے کہ کسی کو خبر نہیں کہ میرے ساتھ خدا کو کیا منظور ہے۔ مگر فقہاء کو معلوم ہے کہ خدا کو ان کے ساتھ بھلائی منظور ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین جس کے ساتھ خدا کو بھلائی کرنے کا ارادہ ہوتا ہے اس کو دین کی سمجھ یعنی فقہ عطا کرتے ہیں امام محمدؒ کو کسی نے وفات کے بعد خواب میں دیکھا پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا مجھ کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کیا گیا تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد مانگو کیا مانگتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میری مغفرت کردی جائے جواب ملا کہ اگر ہم تم کو بخشنا نہ چاہتے تو فقہ عطا نہ کرتے۔ ہم نے تم کو فقہ اسی لئے عطا کیا تھا کہ تم کو بخشنا منظور تھا۔

مگر اس سے مامون العاقبت (انجام سے مطمئن) ہونا لازم نہیں آتا یعنی یہ نہ سمجھا جاوے کہ فقہاء پر سوء خاتمہ کا اندیشہ بالکل نہیں اس لئے مطمئن ہوکر بیٹھ جائیں کیونکہ حق تعالیٰ اگر فقیہ کو عذاب کرنا چاہیں گے تو فقہ کو اس سے سلب کرلیں گے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ فقہ کیونکر سلب ہوجاوے گا۔ بات یہ ہے کہ فقہ کتابوں کے پڑھ لینے کا نام نہیں۔ فقہ ایک نور ہے جو فقیہ کے دل میں ہوتا ہے جس کی برکت سے اس کو دین کی سمجھ حاصل ہوتی ہے اور اس نور کو حق تعالیٰ جب چاہیں سلب کرلیں وہ کسی کے اختیار میں نہیں ہے اب تم لاکھ کتابیں پڑھتے پڑھاتے رہو۔ مگر چونکہ دین کی سمجھ نہیں رہی۔ تم فقیہ نہیں ہوسکتے اور وہ نور فقہ طاعات اور تقویٰ سے بڑھتا ہے اور معاصی سے سلب ہوجاتا ہے جو فقیہ مطیع اور متقی نہ ہو وہ کتابوں کا فقیہ ہے۔ حقیقی فقیہ نہیں اور نہ اس کے واسطے وہ بشارت ہے جو حدیث میں مذکور ہے۔ اس لئے خاتمہ سے اطمینان کسی حال میں فقیہ کو بھی نہیں ہوسکتا۔

اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ فقہ دین کی سمجھ کا نام ہے تو اس میں کیا شبہ ہے کہ فقیہ صوفی ضرور ہوگا ہمارے فقہاء جتنے ہوئے ہیں سب صاحب نسبت اور صاحب معرفت تھے۔ نسبت اور معرفت کے بغیر دین کی سمجھ کامل نہیں ہوسکتی۔ ایسے ہی فقہاء کی شان میں فرمایا گیا ہے فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد کہ ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔ جس کو دین کی سمجھ ہوگی۔ وہ شیطان کے فریبوں کو خوب سمجھے گا اور اس کی ایک چال نہ چلنے دے گا اور کورے عابد کو تو شیطان جس طرح چاہے پٹی پڑھا سکتا ہے۔

ہم نے ایک عابد زاہد کو سفر حج میں دیکھا کہ نماز بالکل چھوڑ بیٹھے تھے۔ شیطان نے ان کو اسی قسم کے پاکی اور ناپاکی کے توہمات میں مبتلا کردیا تھا۔ فقیہ ان باتوں میں کبھی نہ آئے گا تو حدیث میں جس فقیہ کو ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری بتلایا گیا ہے۔ یہ وہی فقیہ ہے جس کو دین کی سمجھ ہو صرف کتابیں پڑھنے والا فقیہ مراد نہیں۔ حضرات فقہاء شیطان کی ان چالوں کو خوب سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے پاکی اور ناپاکی کے مسائل میں بہت توسع فرمایا ہے۔

اور یہ ان کی وسعت نظری کی دلیل ہے کہ جو باتیں "ان کو

بقیہ ص ۲۴ پر

تحریر جاوداں

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ

عقیدۂ ختمِ نبوّت

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید نا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ الطاہرین و صحبہ اجمعین۔

امابعد، دین اسلام کی اساسی خشت ختم نبوت کا عقیدہ ہے، حق تعالیٰ شانہ نے اس کائنات کی ہدایت کے لئے رشد و ہدایت کا جو سلسلہ جاری فرمایا وہ نبوت و رسالت کا سلسلہ ہے اس کی ابتدا حضرت آدم (علیہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ) سے ہوتی ہے اور اس عمارت کی تکمیل کی آخری خشت حضرت سید العالمین خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود باجود اور ظہور پر نور ہے۔

اللھم صلی علیہ صلاۃً تکرم بھا مثواہ و تشرف بھا عقباہ و تبلغ بھا یوم القیامۃ مناہ ورضاہ وبارک وسلم۔

ختم نبوت کے اس عقیدہ پر خدا تعالیٰ کی سب سے آخری آسمانی کتاب قرآن کریم کی بے شمار تصریحات موجود ہیں اور جس طرح یہ ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہے اسی طرح دلالت کے لحاظ سے بھی قطعی اور ہر شک و شبہ سے پاک ہے ظاہر ہے کہ کسی مسئلہ میں قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ بھی اگر قطعی الدلالۃ ہو تو مضمون کی قطعیت کے لئے کافی ہے چہ جائیکہ قرآن کریم کی ایک سو سے زائد آیات ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں اس قطعیت کی نظیر قرآن کریم میں بھی کم ملے گی۔ اسی طرح عقیدہ ختم نبوت پر احادیث نبویہ بھی تواتر کو پہنچ گئی ہیں اور تواتر بھی ایسا ہے کہ جس کی نظیر احادیث متواترہ کے ذخیرہ میں نہیں، دو صد احادیث سے یہ عقیدہ ثابت ہوا ہے گویا قرآن احادیث میں اس قطعیت کی نظیر کسی اور مسئلہ میں نہیں ملے گی۔ پھر امت محمدیہ کا اس پر اجماع بھی ہے اور نہ صرف امت محمدیہ کا اجماع بلکہ تمام کتب سماویہ کا اس پر اجماع ہے اور تمام انبیاء کرام کا اس پر اجماع ہے۔ عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام علیہم صلوات اللہ وسلام کا یہ عہد و پیمان ہے۔

پس جس طرح توحید الٰہی تمام ادیان کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ بھی تمام کتب الٰہیہ، تمام انبیاء کرام اور تمام ادیان سماویہ کا متفق علیہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ آغاز انسانیت سے لے کر آج تک اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اور سلسلہ نبوت و رسالت آپ کی ذات گرامی پر ختم ہو جائے گا۔ اصولی و اعتقادی مسائل میں انبیاء کرام کے درمیان کبھی اختلاف نہیں ہوا بلکہ وہ ہر دور میں متفق علیہ رہے ہیں پس جس طرح دیگر عقائد دینیہ تمام نبوتوں میں مشترک ہیں ٹھیک اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ کا آخری نبی ہونا اور آپ ہی کی نبوت پر دنیا کا خاتمہ ہونا تمام انبیاء کرام کی شریعتوں اور آسمانی کتابوں کے مسلمات میں سے رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ کتب سماویہ میں اس کی ان گنت پیش گوئیاں کی گئیں۔ آپ کا نام، آپ کے القاب، آپ کا خاندان، آپ کا ملک، آپ کی جائے ولادت، آپ کے دار ہجرت وغیرہ کی خبریں دی گئیں، غرض اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر اور تمام اقوام عالم پر اپنی حجت پوری کر دی۔

اور اسلام کی پوری تاریخ میں اس اجماعی عقیدے کا ظہور اس طرح ہوتا رہا کہ جب بھی کوئی مدعی نبوت کھڑا ہوا اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ یہ اس عقیدے کا عملی ثبوت تھا جو اسلام کے ہر دور میں ہوتا رہا اور جس پر امت کا تعامل مسلسل جاری رہا حضرت صدیق اکبرؓ کے دور میں اسلامی جہاد کا آغاز ہی مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں جنگ یمامہ سے ہوا جس میں سات سو صرف حفاظ قرآن شہید ہوئے۔ جو صحابہ کرام میں اہل القرآن کے لقب سے مشہور تھے گویا اسی عقیدے کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ صحابہ شہید ہوئے اور اسی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لئے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خون کی قربانیاں پیش کیں معرکہ حق و باطل سب سے پہلے اسی عقیدہ کی خاطر برپا ہوا اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کے مقدس خون سے اس باغیچہ کو سیراب کیا گیا، یہ حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ تھی کہ خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے دور میں اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کے فتنہ کی سرکوبی کر کے قیامت تک آنے والی امت کو دو ٹوک اور غیر مبہم انداز میں بتلا دیا گیا کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد جو لوگ دعوائے نبوت کے ساتھ اٹھیں امت کو ان سے کیا سلوک کرنا ہوگا۔

قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا

الغرض یہ عقیدہ اتنا بنیادی اور اتنا اہم ہے کہ لاکھوں سال اور ہزاروں سے لے کر آج تک ہر آسمانی دین میں مسلسل دہرایا جاتا رہا اور قولاً، عملاً، اعتقاداً اس کی مسلسل تائید و تلقین کی جاتی رہی۔ بدقسمتی سے برطانوی اقتدار میں جھوٹی نبوت کا فتنہ کھڑا کیا گیا اور یہ سمجھ کر کہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، اس کی متزلزل ہو جانے سے اسلام کی عمارت منہدم ہو جائے گی۔ اس پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی گئی، اس کے لئے مدعی نبوت مرزا غلام قادیانی علیہ ماعلیہ کا انتخاب کیا گیا، متحدہ ہندوستان اسلامی حکومت کے سایہ سے محروم تھا ورنہ مرزا کا حشر بھی اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب وغیرہ سے مختلف نہ ہوتا۔ اس لئے مسلمان سوائے دینی جذبوں اور مناظروں کے کچھ نہیں کر سکتے تھے، برطانوی حکومت اپنے تمام محدود وسائل سے اس فتنہ کی پرورش اور اپنے خود کاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی کی حفاظت کرتی رہی۔

قادیانیت کے خلاف علامہ کشمیری کا جہاد

امت نے جن اکابر نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے محنتیں کی ہیں ان میں سب سے زیادہ امتیازی شان حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی رحمہ اللہ کو حاصل تھی اور دارالعلوم دیوبند کا یہ دارالعلوم اسلامی اور دینی مرکز انہی کے انفاس مبارکہ سے اس شجرہ خبیثہ کی جڑوں کو کاٹنے میں مصروف رہا، قادیانیوں کے شیطانی وساوس اور زندقانہ دسائس کا جس طرح حضرت امام العصر نے تجزیہ کر کے ان پر تنقید کی اس کی نظیر تمام عالم اسلام میں نہیں ملتی، حضرت مرحوم نے خود بھی گراں قدر علوم و حقائق سے لبریز تصانیف رقم فرمائیں اور اپنے تلامذہ و مدرسین دیوبند سے بھی کتابیں لکھوائیں اور ان کی پوری نگرانی و اعانت فرماتے رہے، میں نے خود حضرت رحمہ اللہ سے سنا کہ جب یہ فتنہ کھڑا ہوا تو چھ ماہ تک مجھے نیند نہیں آئی اور یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں دین

محمدی (علی صاحبہ الصلاۃ والسلام) کے زوال کا باعث یہ فتنہ نہ بن جائے' فرمایا چھ ماہ کے بعد دل مطمئن ہوگیا کہ انشاءاللہ دین باقی رہے گا اور یہ فتنہ مضمحل ہوجائے گا۔ میں نے اپنی زندگی میں کسی بزرگ اور عالم کو اس فتنے پر اتنا دردمند نہیں دیکھا جتنا کہ حضرت امام العصرؒ کو' ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دل میں ایک زخم ہوگیا ہے جس سے ہر وقت خون ٹپکتا رہتا ہے۔ جب مرزا کا نام لیتے تو فرمایا کرتے تھے۔ لعین ابن اللعین لعین قادیان۔ اور آواز میں ایک عجیب درد کی کیفیت محسوس ہوتی۔ فرماتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ گالیاں دیتا ہے فرمایا کہ ہم اپنی نسل کے سامنے اپنے اندرونی درد دل کا اظہار کیسے کریں؟ ہم اس طرح قلبی نفرت اور غیظ و غضب کے اظہار کرنے پر مجبور ہیں' ورنہ محض تردید و تنقید سے لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ تو علمی اختلافات ہیں جو پہلے سے چلے آتے ہیں مرض موت میں جب تمام قوتیں جواب دے چکی تھیں اور پھرنے کے قابل نہیں تھے ایک دن (یہ جمعہ کا دن تھا) جامع مسجد میں ڈولی میں لائے گئے اور اپنے شاگردوں اور علماء اور اہل دیوبند کو آخری وصیت فرمائی کہ دین اسلام کی حفاظت کی خاطر اس فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے پوری کوشش کریں اور فرمایا میرے تلامذہ کی تعداد جنہوں نے مجھ سے حدیث پڑھی ہے دو ہزار ہوگی' ان سب کو میں وصیت کرتا ہوں کہ اس فتنہ کے خلاف پوری جدوجہد کریں۔ حضرت رحمہ اللہ کی یہ وصیت دعوت حفظ ایمان کے نام سے ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع ہوگئی تھی۔

حضرت رحمہ اللہ نے اپنی آخری زندگی میں مسلمانان کشمیر کو اس فتنے سے بچانے کے لئے آخری تصنیف فارسی زبان میں تالیف فرمائی' کشمیر میں فارسی زبان عام تھی اور یہاں کی علمی زبان فارسی ہی تھی اس لئے آیت خاتم النبیین کی شرح فرمائی' حضرت مرحوم کا دل و دماغ جس طرح علوم و معارف سے بھرا ہوا تھا' ظاہر ہے کہ قلم سے کس انداز کے علوم و حقائق نکلیں گے' زبان فارسی ہو یا اردو علوم انوری کے جواہرات اپنی پوری تابانی کے ساتھ ظاہر ہوں گے' ہر شخص نہ اس کی تہوں تک پہنچ سکتا تھا' اور نہ یہ علوم اس کے قبضہ میں آسکتے تھے' اس کے لئے حسب ذیل امور کی ضرورت تھی۔

۱۔ عام فہم شستہ اردو زبان میں ترجمہ کیا جائے۔

۲۔ مترجم ذکی اور محقق عالم ہو کہ علمی اشارات و لطائف کو بخوبی سمجھتا ہو۔

۳۔ حضرت امام العصر رحمہ اللہ کے طرز تحریر سے مناسبت رکھتا ہو اور اس کے سمجھنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہو۔

۴۔ قادیانیت کے موضوع سے دلچسپی رکھتا ہو اور قادیانی مذہب کے لٹریچر سے پوری طرح باخبر ہو۔

۵۔ علمی و حقائق کی تشریح پر اردو میں قادر ہو اور قلمی قوت سے عوام کو مستفید بنانے کی قابلیت رکھتا ہو۔

۶۔ تالیفی ذوق رکھتا ہو تصنیفی ملکہ حاصل ہو تاکہ مناسب عنوانات سے مضمون کو آسان کرسکے۔

۷۔ حضرت امام العصر رحمہ اللہ سے انتہائی عقیدت و محبت ہو کہ مشکلات حل کرنے میں گھبرانہ جائے اور غور و خوض سے اکتانہ جائے۔

۸۔ محنت و عرق ریزی کا عادی ہو دل کا درد رکھتا ہو قادیانیت سے بغض ہو۔

۹۔ اپنے علمی کاموں میں محض رضاء حق کا طالب ہو' حب جاہ و ثناء سے بالاتر ہو۔

۱۰۔ عام علمی مہارت اور دینی ذوق کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ عربیت و بلاغت کے سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہو اور معانی و بلاغت کی نکتہ سنجیوں سے واقف ہو۔

یہ دس امور تھے جو ارتجالاً" زبان قلم پر آگئے "عشرہ کاملہ" کے بعد اب مترجم صحیح ترجمہ پر قدرت پاسکتا ہے مجھے کسی سے توقع نہ تھی کہ یہ خدمت صحیح طور پر انجام دے سکے گا۔ میری خود بھی ہمت نہ تھی کہ اس لق و دق صحراء میں قدم رکھوں' اگرچہ عرصہ دراز سے احساس تھا کہ اس کے ترجمہ و تشریح کی ضرورت ہے جس وقت شباب تھا اور فرصت بھی تھی دماغ میں تازگی تھی اور عہد انوری کی صحبتوں کی یاد تازہ تھی اس وقت توجہ نہ کرسکا اور اس سعادت سے محروم رہا' حالانکہ نفحۃ العنبر میں ۳۵ برس پہلے لکھ چکا تھا کہ خدا کی قسم! انوری علوم کے باغ و بہار اور وہبی علوم کا نمونہ اگر دیکھنا ہو تو رسالہ خاتم النبیین ملاحظہ کیا جائے۔

الحمدللہ کہ یہ سعادت میرے ہم نام اور میرے ہم کام میرے مخلص رفیق کار مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کے حصے میں آئی جو اس عشرہ کاملہ سے متصف تھے بالکل تھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کہ وہ اس کے ترجمہ و تشریح کے فرض سے نہایت کامیابی کے ساتھ عہدہ بر آہوئے اور اس علمی و دینی خدمت کا حق ادا کردیا' اللہ تعالیٰ بارگاہ قدس میں قبول فرمائے اور مترجم کے لئے سعادت دارین کا وسیلہ بنائے اور حضرت مولانا انور شاہ رحمہ اللہ کی شفاعت مقبولہ کا ذریعہ بنائے۔ آمین

بدیۃ المهدیین فی آیت خاتم النبیین

حال ہی میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ (بانی دارالعلوم کراچی) کا عربی رسالہ هدیۃ المهدیین فی ایۃ خاتم النبیین شائع کیا گیا جو موصوف نے حضرت الاستاذ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے حکم سے اور انہی کی نگرانی میں مرتب فرمایا تھا اس میں مسئلہ ختم نبوت پر ۲۳ آیات ۱۹۵ احادیث' صحابہ تابعین کے آثار علمائے امت کے ارشادات اور سب سابقہ کی شہادتوں کا بے نظیر ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ عربی میں اپنے موضوع پر جامع ترین کتاب ہے جس پر حضرت امام العصرؒ نے حضرت مولف کو بہت داد دی تھی۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے اس کی اشاعت اس مقصد کے پیش نظر کی گئی ہے کہ نہ صرف اندرون ملک ہر عالم اور عربی داں اس سے مستفید ہو بلکہ ایشیا' افریقہ اور یورپ کے ان تمام ممالک کے اہل علم تک یہ کتاب پہنچائی جائے جہاں قادیانی فتنہ ارتداد کے اثرات ہیں اور جہاں عالمی زبانوں میں مستند اور ٹھوس لٹریچر کا تقاضا شدت سے ہو رہا ہے ارادہ ہے کہ سردست اس کتاب کا ایک لاکھ نسخہ بھجوانے کا بندوبست کیا جائے اور اس کی شکل یہ تجویز کی گئی ہے کہ وہ تمام اہل خیر جنہیں دین اور اس کے عالمی تقاضوں کا احساس ہی انہیں اس صدقہ جاریہ کی طرف توجہ دلائی جائے کہ وہ حسب استطاعت اس کے سو سو' ہزار ہزار نسخے خرید کر خود بھجوائیں یا یہ کام مجلس تحفظ ختم نبوت کے سپرد کردیں جو حضرات اس صدقہ جاریہ کی تحریک میں حصہ لیں گے انہیں کتاب اصل لاگت پر مہیا کی جارہی ہے یعنی فی سینکڑہ ۳۰۰ر تین سو روپے اور فی ہزار ۲۴۰۰ر چوبیس سو روپے اس چھوٹی سی کتاب کے ایک لاکھ نسخے بھجوانا قومی سطح پر معمولی بات ہے مگر اس کے اثرات انشاءاللہ دنیا و آخرت میں خیر و برکات کا موجب ہوں گے' تمام احباب و مخلصین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ قومی و ملی فریضہ کی طرف متوجہ ہوں اور اس تحریک میں بیش از بیش حصہ لیں۔

دین اسلام کا سب سے بڑا شعار عقیدہ ختم نبوت

"ختم نبوت" کا عقیدہ دین اسلام کا وہ بنیادی عقیدہ ہے کہ تمام عمارت اسی عقیدہ پر قائم ہے یعنی یہ کہ حضرت نبی کریم ﷺ آخری نبی و رسول ہیں اور سلسلہ نبوت جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا آپ پر ختم ہوا ہے اول انبیاء حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اب کوئی نبی یا رسول آنے والا نہیں' یہ قطعی اعلان آسمانی وحی نے قرآن کریم میں سورہ احزاب میں کیا ہے اور واضح رہے کہ وحی آسمانی کا یہ اعلان سنہ ۵ ہجری میں حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کے آسمانی نکاح کے موقع پر ہوا ہے لیکن اس آیت کریمہ کے نزول سے قبل بھی یہ عقیدہ اٹھارہ سال پہلے اسلام کا اساسی عقیدہ تھا' اسی طرح تمام اسلامی عقائد کو قرآن کریم کے نزول سے پہلے ہی حضرت رسول کریم ﷺ کے ارشاد پر امت نے تسلیم کیا ہے اور ان پر ایمان لائی ہے بعد میں قرآن کریم میں موقع بہ موقع ان کا ذکر و اعلان ہوتا رہا تاکہ اسلامی دستور و اسلامی آئین دین اسلام کے مہمات سے خالی نہ ہو' نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج' وضو' غسل وغیرہ تمام اسلامی فرائض کو امت نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر تسلیم کیا ہے آنحضرت ﷺ کا ہر حکم امت کے لئے واجب الاطاعت اور واجب الایمان ہے قرآن کریم میں اس کا ذکر ہوا نہ ہو اور یہ عقائد اور یہ شریعت اور اس کے تمام بنیادی احکام امت محمدیہ کو تعامل و توارث و تواتر کے ذریعہ پہنچے

ہیں، بہرحال کہنا یہ ہے کہ "ختم نبوت" کا عقیدہ اساسی ہے اور قطعی ہے اور ہر دور میں امت محمدیہ کا اس پر اجماع رہا ہے جس طرح یہ عقیدہ بنیادی اور اہم ترین عقیدہ ہے اسی طرح اس عقیدے کے مخالف عقیدہ امت میں سب سے بڑا فتنہ ہوگا اور سب سے بڑا کفر ہوگا، چنانچہ شیطان نے سب سے پہلے حملہ اسی عقیدہ پر کیا ہے تاکہ اسلامی بنیاد متزلزل ہوسکے، یمامہ کا "مسیلمہ کذاب" یمن کا "اسود عنسی" یمامہ کی "سجاح" یہ کذابین و دجالین کے سرفہرست ہیں اور اسی لئے جھوٹی نبوت کے مدعی کو ہر دور میں کافر سمجھا گیا اور اس دعوے کو دین محمدی کے خلاف بغاوت کے مترادف سمجھا گیا اور اسی اہمیت کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے صاف اعلان فرمایا کہ۔

"میری اس امت میں تیس دجال و کذاب پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا اور یہ سب جھوٹے ہیں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور میں آخری نبی ہوں۔"

جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں تصریح کی گئی ہے، بہر حال عقیدہ ختم نبوت دین اسلامی کا قطعی عقیدہ ہے قرآن کریم اس پر ناطق ہے احادیث نبویہ کا اس پر تواتر ہے اور امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے اگر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ امت محمدیہ کی تمام کوششیں اور علماء اسلام کی تمام محنتیں اور یہ تمام اسلامی ادارے، دینی درس گاہیں اور اسلامی انجمنیں اور احادیث نبویہ کی تدریس اور کتب حدیث کی تالیف و تصنیف و اشاعت یہ سب کچھ اسی عقیدے کی حفاظت و صیانت کی مختلف صورتیں ہیں اور متعدد مظاہر ہیں اگر یہ عقیدہ درمیان سے ختم ہوجائے تو یہ تمام دینی جدوجہد بالکل لایعنی ہے نہ قرآن کریم کی عظمت و اہمیت باقی رہتی ہے نہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ احادیث نبویہ کی حاجت باقی رہتی ہے جب دوسرا نبی و رسول آسکتا ہے اور وحی الٰہی کا سلسلہ جاری ہے نئی شریعت بھی آسکتی ہے، جدید احکام بھی نازل ہوسکتے ہیں جہاد اسلامی بھی منسوخ ہوسکتا ہے حج و زکوٰۃ اور تمام عبادات میں جو ترمیم چاہیں ہوسکتی ہے تو قرآن و حدیث کی وقعت و اہمیت کیا باقی رہ جاتی ہے، گویا حفاظت اسلام کا قوی ترین و مستحکم قلعہ یہی ختم نبوت ہے اس لئے شیاطین الانس و شیاطین الجن کا سب سے پہلا حملہ اس قلعہ پر ہوا اس لئے کہ اس مورچہ کو ختم کرکے تمام معاملات حسب خواہش طے ہوسکتے ہیں لہٰذا کسی بھی اسلامی حکومت کا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ اس قلعہ کی حفاظت کرے، اسلامی دستور، اسلامی آئین کی بنیاد بھی یہی عقیدہ ہے۔

اسلام کے خلاف برطانوی سازش

الغرض دین اسلام کا سب سے بڑا شعار عقیدہ ختم نبوت ہے بدقسمتی سے متحدہ ہندوستان پر جب فرنگی استعمار کا پنجہ مضبوط ہوگیا اور سنہ ۱۸۵۷ء میں روح فرسا مظالم کرکے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کردیا گیا لیکن اس کے باوجود انگریز اسلام کو ختم نہ کرسکا، تب اسلام کے خلاف جن موثر تدابیر کو انگریز نے اختیار کیا ان میں سب سے موثر نسخہ یہی ہاتھ آیا کہ اسلام کے اس عقیدہ پر کاری ضرب لگائے انگریزی نفسیات کے بارے میں مسولینی کا مقولہ مشہور ہے کہ۔ یہ قوم صدیوں پہلے انجام کار کا اندازہ لگاتی ہے بلاشبہ شیطنت و تلبیس میں یہ قوم اعداء اسلام میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے، ہمارے شیخ المشائخ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی فرمایا کرتے تھے کہ جہاں کہیں اسلام کے خلاف سازش نظر آئے اگر کھوج لگاؤ گے تو معلوم ہوگا کہ اس کا سرچشمہ انگریز ہے۔ اس لئے انگریزی حکمراں کی نگاہ نے ایک صوبے پنجاب کے ضلع گورداسپور کے گاؤں قادیان میں ایک وکیل مرزا غلام احمد کا انتخاب کرلیا، مسلمانوں میں "مہدیت" کے دعوے دار بہت سے مختلف ادوار میں پیدا ہوچکے تھے لہٰذا یہ دعویٰ زیادہ انوکھا نہ تھا، اس لئے اول مرزا غلام احمد نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تاکہ آسانی سے ہضم ہوسکے، رفتہ رفتہ "مثیل مسیح موعود" کا دعویٰ کیا اس کو بھی چند لوگوں نے قبول کرلیا، پھر "مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ کیا پھر "نبی غیر تشریعی" (یعنی بلا شریعت پیغمبر) ہونے کا مدعی ہوا آخر صراحتاً نبوت کا دعوے کرڈالا اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ ان کی شریعت میں امر و نہی بھی ہے جدید احکام بھی ہیں اور جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کردیا، الغرض ترتیب و تدریج کے ساتھ جو پہلے مرحلہ پر سوچ چکا تھا اسی مرحلے پر آخر کار پہنچ گیا تمام اطراف ہند میں شور و غوغا ہوا اور تکفیر پر مضامین آئے کتابیں لکھی گئیں لیکن برطانیہ نے بہت ہوشیاری اور تدبر کے ساتھ اس کی ترویج و تقویت اور پشت پناہی میں پورا زور صرف کردیا اور آج اسی کے نتیجہ میں دنیا کا کوئی گوشہ باقی نہیں رہا کہ انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کے ثمرات وہاں نہ پہنچے ہوں، لندن میں تو اس کا مرکز ہی ہے امریکہ کینیڈا سے لے کر فلسطین تک بلکہ اسرائیل کی نام نہاد حکومت میں بھی اس کا مرکز ہے اگر پاکستان کی موجودہ حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ اسلامی حکومت ہے اور دستور کے اندر بھی یہ دفعہ آگئی ہے کہ مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا عقیدہ رکھے تو اس کو فوراً" قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دینا چاہئے کہ یہ ایک اسلامی حکومت کا ادنیٰ ترین فرض ہے، مقام مسرت ہے کہ مکہ مکرمہ میں "رابطہ، عالم اسلامی" کی دعوت پر تمام اسلامی ممالک کی اسلامی جماعتوں کا اجتماع ہوا اور بالاتفاق یہ قرارداد پاس ہوئی کہ مرزائی قادیانی جہاں بھی ہوں غیر مسلم اقلیت ہیں صرف پاکستان کے ایک نمائندے نے اتفاق نہیں کیا، اناللہ۔

جس حکومت کے نمائندہ کو سب سے پہلے سبقت لیجانی چاہئے تھی وہی مخالف رہا، کہنا یہ ہے کہ حکومت پاکستان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اس عقیدہ کی حفاظت کرے اور ملک کے جو باشندے اس عقیدہ کے خلاف ہیں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کے ساتھ بقیہ غیر مسلم اقلیتوں کا معاملہ کرے، حق تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور اس پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں تاکہ قیامت کے روز سرخ روئی نصیب ہو اور دنیا میں بھی ہم مسلمانوں اور مسلمان حکومتوں کے سامنے رسوا نہ ہوں اور آنحضرت ﷺ کی ناموس کی حفاظت کرکے آپ کی شفاعت کبریٰ کے مستحق ہوں۔

تخلیق کائنات کا مقصد

قرآن مجید میں بہت جگہ عقیدہ آخرت کے اثبات کے لئے یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ اگر اس کائنات کی تخلیق کا منشا صرف یہی ہو تاکہ اس دنیا کا نقشہ وجود میں آجائے اور اس کا کوئی نتیجہ نہ ہو تو یہ محض ایک فعل عبث اور کھیل تماشا ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدسی صفات کھیل تماشے سے بلند و بالا اور عبث ولایعنی سے پاک اور منزہ ہے۔

افحسبتم انما خلقناکم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون۔ ترجمہ۔ پس کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔

یہ کارخانہ عالم بے نتیجہ و بے مقصد نہیں بلکہ ذریعہ و وسیلہ ہے ایک بڑے مقصد کا، یہ عبوری و عارضی اور امتحانی و ابتلائی زندگی خود مقصد نہیں بلکہ یہ تمہید ہے آخرت کی، جہاں کی زندگی زندگی ہوگی، سورہ فاتحہ سے سورہ الناس تک بے شمار مقامات پر محیر العقول معجزانہ اسلوب اور عجیب موثر انداز میں یہ حقیقت بار بار ذہن نشین کرائی گئی ہے، سورہ فاتحہ میں جسے ایک مسلمان کم از کم ۳۲ مرتبہ روزانہ پڑھتا یا سنتا ہے، حق تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمت عامہ کے فوراً" بعد یوم الدین کی مالکیت اور بادشاہی کا اعلان کیا گیا ہے تاکہ ہر لحظہ یہ عقیدہ پیش نظر رہے کہ دنیا خود مقصد نہیں اصل منزل مقصود آخرت اور صرف آخرت ہے۔

پاکستان کا مقصد

ٹھیک اسی طرح یہ سمجھنا چاہئے کہ مملکت خداداد پاکستان جسے ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کی طویل اور صبر آزما جنگ آزادی کے بعد حاصل کیا گیا، جس کے لئے جان و مال اور عزت و آبرو کی بے مثال قربانیاں دی گئیں جس کی خاطر لاکھوں خاندانوں کو ترک وطن کی وہ صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں جن کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ شرمندہ ہے اور جس کو خدا اور رسول کے مقدس نام پر اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا واسطہ دے کر حاصل کیا گیا، اگر اس کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ آزادی مل جائے "کافروں کی جگہ بڑے بڑے مسلمان سرمایہ دار وجود میں آجائیں، بڑے بڑے کارخانے ہوں، فلک بوس عمارتیں اور خوش نما بلند تکیں ہوں، فراخ سڑکیں اور عمدہ کاریں ہوں، سینما اور تھیٹر ہوں، ریڈیو اور ٹیلیویژن ہوں، شاندار ہوٹل اور کلب گھر ہوں،

رقص و سرور کی محفلیں ' مخلوط دعوتیں اور حیاسوز مناظر ہوں ' سود اور رشوت کا بازار گرم ہو ' ظلم و ناانصافی کا دور دورہ ہو ' لاقانونیت کی فضا ہو ' نہ خدا کا خوف ہو نہ قانون کا ڈر ' نہ حاکم کو احساس فرض ہو نہ محکوم کو ' نہ کسی کی جان محفوظ ہو نہ مال ' نہ پولیس اپنے منصب کی پروا کرے نہ عدالت سے داد خواہی غریب آدمی کے لئے ممکن ہو ' ایک طرف کارخانوں پر کارخانے کھلتے جائیں اور دوسری طرف ملک کا نادار طبقہ نان جویں کا محتاج ہو ' الحاد و دہریت کی کھلی چھٹی ہو ' کوئی کسی کے ایمان پر ڈاکہ ڈالے ' ایمانی عقائد پر حملہ کرے ' اخلاق کو تباہ کرے ' معاشرہ کو متعفن کرے مگر قانون اسے روکنے میں کامیاب نہ ہو ' الغرض یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اگر یہ ملک اسی کے لئے بنا تھا ' آزادی اسی کے لئے حاصل کی گئی تھی ' خدا اور رسول کے مقدس نام کا استعمال انہی "مقاصد " کے لئے ہوا تھا ' پاکستان کی تعمیر کلمہ طیبہ سے اسی کے لئے کی گئی تھی تو ہم نے خود اپنے اوپر کتنا بڑا ظلم کیا اور بھری دنیا کو کتنا بڑا دھوکا دیا؟ یہ سارے کام تو امریکہ ویورپ اور بے دین ممالک میں بھی بڑے وسیع پیمانے پر انجام دیئے جارہے تھے۔

الغرض حق تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اگر تخلیق دنیا کا منشاء آخرت نہ ہو ' روز جزا میں میزان عدل قائم نہ ہو ' جزا سزا کا دفتر نہ کھلے ' مجرمین کو سزا اور صالحین کو جنت نہ ملے تو عالم کا تمام نقشہ بے کار ہے ' محض کھیل اور تماشا ہے ' اسی طرح اگر پاکستان کا مقصد اسلامی حکومت ' اسلامی دستور اور اسلامی قانون نہ ہو تو یہ تمام نقشہ بے کار ہے اور کھیل تماشے سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

تاسیس پاکستان کا اصل مقصد

پاکستان کی تاسیس کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس ملک میں اسلام کا قانون رائج ہو ' ایک صالح معاشرے کی تشکیل ہو ' فواحش و منکرات کا قلع قمع کیا جائے ' بے حیائی و عریانی کا جو سیلاب خدا فراموش ملکوں سے آرہا ہے اس سے محفوظ رہا جائے ' ظلم و عدوان کو مٹایا جائے ' اسلام کے عدل و انصاف کے سائے میں ہر شخص اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرسکے۔

قوم کے بیدار افراد کی دستگیری کی جائے ' کس قدر حیرت و افسوس کا مقام ہے کہ چھتیس سال کے طویل عرصہ کے بعد بھی ہم اسلامی قانون کے سایہ رحمت سے محروم ہیں ' ملک اسلام اور مسلمانوں کا ہے ' حکومت مسلمانوں ہی کی ہے ' حکومت کا سرکاری مذہب اسلام ہے مگر نہ اسلامی دستور ہے نہ اسلامی قانون ' قوم بار بار مارشل لاء کے سائے میں زندگی گذارنے پر مجبور ہے ' اس سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس اسلامی ملک میں کوئی "اسلامی حکومت " آج تک مسلم اور غیر مسلم کے درمیان سرکاری طور پر کوئی حد فاصل قائم نہیں کرسکی ' گذشتہ دور حکومت میں یہ سستا اصول بنالیا گیا تھا کہ جو شخص بھی اسلام کا دعویٰ کرے وہ مسلمان ہے ' ایک شخص حکومت کے سرکاری مذہب سے بغاوت کرکے حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کرے ' ارشادات نبوت کو جھٹلائے ' الحاد و تحریف کے ذریعہ دین کی ساری جڑوں کو کھوکھلا کردے ' مرزائی بنے ' پرویزی بنے ' ملحد بنے ' نماز روزہ کا مذاق اڑائے ' انبیاء کرام کی توہین کرے ' مگر یہاں اس کے اسلام " پر کوئی آنچ نہیں آتی اور وہ جوں کاتوں مسلمان رہتا ہے اس سے بڑھ کر ستم ظریفی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک مسلمان ملک میں اسلام کے حقوق محفوظ نہ ہوں۔

قادیانیوں کے بارے میں عدالت کے فیصلے

تاہم اس پر آشوب اور تاریک فضا میں بھی روشنی کی کرن کبھی کبھار پھوٹ نکلتی ہے ' مرزائی امت کی شرعی اور قانونی حیثیت کیا ہے؟ اس نکتہ پر سابق ریاست بہاول پور کے جج جناب محمد اکبر صاحب کا تاریخی فیصلہ ایک مسلمان جج کے ایمان کا شاہکار تھا ' قیام پاکستان کے بعد جناب شیخ محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی نے ان کے کفر کا فیصلہ دیا۔ اور اب یہ تیسرا فیصلہ ہے جو جیمس آباد کے سول جج جناب محمد رفیق گورایہ پی ' سی ' ایس نے جنہیں فیملی کورٹ جج کے اختیارات بھی حاصل ہیں ' ایک احمدی مرد کے ساتھ مسلمان لڑکی کے نکاح کو ناجائز قرار دیتے ہوئے صادر فرمایا ہے۔ یہ فیصلہ بے حد لائق تحسین اور قابل مبارک باد ہے جہاں ہم محترم جج کو مبارک باد پیش کرتے ہیں وہاں موجودہ مارشل لاء حکومت کے دور میں عدلیہ کی آزادی بھی قابل صد تحریک ہے جس کی وجہ سے ایک سول جج اس جرات ایمانی کا مظاہرہ کرسکتا ہے کہ وہ شرعی اور اسلامی قانون کے مطابق مدلل اور مفصل فیصلہ کرسکے کہ چونکہ قادیانی مسلمان نہیں اس لئے کسی مسلمان عورت اور قادیانی مرد کے درمیان عقد نکاح منعقد نہیں ہوسکتا۔

فیصلے کا پورا متن ملک کے بہت سے اخبارات و جرائد میں شائع ہوچکا ہے ' یہاں ہم اس فیصلے کے چند اہم نکات کا مطالعہ کرانا چاہتے ہیں۔

فیصلہ جیمس آباد کے اہم نکات

نکتہ اول۔ مسلمان کسے کہتے ہیں

سب سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ اسلام کی تعریف کیا ہے؟ اسلام اور کفر کے درمیان حد فاصل کیا ہے؟ اور وہ کون سی چیز ہے جو ایک مسلمان کو غیر مسلم سے ممیز کرتی ہے؟ اس نکتہ پر بحث کرتے ہوئے فاضل جج ' امیر علی کی کتاب " محمڈن لا" کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

کوئی شخص جو اسلام لانے کا اعلان کرتا یا دوسرے لفظوں میں خدا کی وحدانیت اور محمد ﷺ کے پیغمبر ہونے کا اقرار کرتا ہے وہ مسلمان اور مسلم لاء کے تابع ہے۔

ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو خدا کی وحدانیت اور رسول عربی کی پیغمبری پر ایمان رکھتا ہے ' دائرہ اسلام میں آجاتا ہے۔"

نیز سر عبدالرحیم کی کتاب "محمڈن جورسپروڈنس" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ۔

"اسلامی عقیدہ خدائے واحد کی حاکمیت اور محمد عربی ﷺ کے نبی کی حیثیت سے مشن کی صداقت پر مشتمل ہے۔"

یہ دونوں تعریفیں جو اپنے مفہوم میں متحد ہیں ' اپنی جگہ صحیح اور درست ہیں مگر تشریح طلب ہیں اسلام دراصل انسان کے اس عہد کا نام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے اس پورے دین کو جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ آیا ' دل و جان سے تسلیم کرتا ہے ' اس عہد میں چند اصولی چیزیں آپ سے آپ آجاتی ہیں۔

اول۔ اس عہد کی رو سے لازم ہوگا کہ دین کے تمام اجزاء کو ایک ایک کرکے تسلیم کیا جائے اگر کوئی شخص دین کی کسی ایسی بات کو جس کا ثبوت قطعی ہے[1] نہیں مانتا تو چاہے باقی سارے دین کو مانتا ہو تب بھی وہ مسلمان نہیں کہلائے گا کیونکہ معاہدہ کی ایک شق سے انحراف معاہدہ کی پوری دستاویز سے انحراف سمجھا جاتا ہے ' قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

---

[1] دین کی ایسی باتیں جن کا ثبوت قطعی ہے اور جن کا دین محمدی میں داخل ہونا ہر عام و خاص کو معلوم ہے ' ضروریات دین کہلاتی ہیں ضروری کی جمع ہے جس کے معنی ہیں۔ بدیہی ' واضح ' بالکل ظاہر "ضروریات دین " کے معنی ہوئے وہ امور جن کا جزو دین ہونا بالکل ظاہر ' واضح اور قطعی ہو ' ان کے ثبوت میں کوئی اختلاف نہیں ' نہ شک و شبہ کی گنجائش ہے۔

"ضروریات دین " کے ذیل میں وہ ساری چیزیں آجاتی ہیں جن کا ثبوت قرآن مجید ' حدیث متواتر اور اجماع امت سے ہو ' ان تمام امور کا ماننا ایمان کہلاتا ہے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار کردینا بھی صریح کفر ہے اور ان کو توڑ مروڑ کر غلط معنی پر محمول کرنا الحاد اور زندقہ کہلاتا ہے جو کفر کی بد ترین صورت ہے ' اس موضوع پر جامع ترین تحقیقی کتاب امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کی تصنیف اکفار الملحدین ہے جس کا اردو ترجمہ بھی مجلس علمی کراچی نے شائع کردیا ہے ' قابل دید ہے خصوصاً علماء و محققین کے استفادہ کے لائق ہے۔

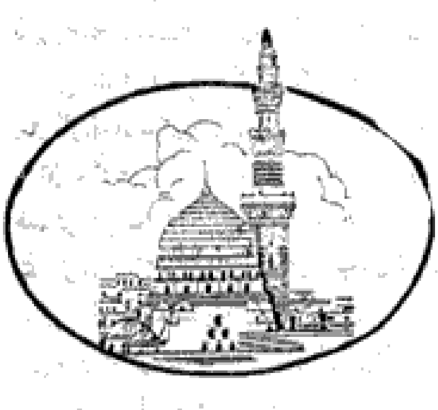

امریکہ میں میتوں کا حشر

نیو یارک سے محمد خلیل صاحب کا خط موصول ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے نوائے وقت جمعہ ایڈیشن کے بعض قارئین کی خواہش پر امریکہ میں بیاہ شادیوں اور تجہیز و تکفین کے طریقہ کار پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ خلیل صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں۔

محترم اے حمید صاحب! میں وعدے کے مطابق یہاں امریکہ میں مقیم مسلمانوں اور پاکستانیوں کی تجہیز و تکفین کے طریق کار کے بارے میں لکھ رہا ہوں۔ امید ہے اس سے قارئین نوائے وقت کو کافی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ ملک امریکہ میں اور خاص طور پر نیو یارک میں مسلمان سال ہا سال سے مقیم ہیں اور یہاں پر بڑے بڑے سٹورز' ہیوی مشینری کی دکانوں اور بڑی بڑی لیبارٹریوں کے مالک ہیں۔ ڈاکٹر انجینئر' پروفیسر اور سائنس دان بھی ہیں۔ نیو یارک میں زیر زمین چلنے والی ریل گاڑی کے روزانہ پروگرام بنانے والے بھی پاکستانی ہی ہیں۔ جو لانگ آئی لینڈ میں رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ علماء فضلاء کی بھی کمی نہیں' لیکن ان میں سے کسی اللہ کے بندے کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ ہم یہاں پر انتقال کر جانے والے مسلمانوں کے بارے میں بھی کچھ کریں۔ اس کار خیر کے لیے بھی مسجد الفلاح والوں نے پیش قدمی کی۔ تمام ممبران کمیٹی اور کچھ حضرات نے مل کر پہلے مسجد تعمیر کی اور اب انہوں نے اسلامی فیونرل ہوم تیار کیا ہے۔ مگر بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ اس اسلامی فیونرل ہوم کا ڈائریکٹر ایک غیر مسلم ہے۔ پورے امریکہ میں صرف ایک مسلمان فیونرل ڈائریکٹر ہے۔ یہاں میلے ٹھیلے اور پریڈ اور ناچ گانے کے لیے سینکڑوں سماجی لیڈر اور کارکن مل جاتے ہیں۔ مگر مسلمان کی میت کو غسل دینے کے لیے کوئی آگے نہیں آتا۔ یہ قدرتی امر ہے کہ انسان کو جہاں وہ پیدا ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد اپنے وطن کی خاک میں دفن ہو۔ یہاں لوگ وصیت کر جاتے ہیں کہ میری لاش کو پاکستان لے جا کر دفن کرنا۔ ان لوگوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا۔ یہاں یعنی نیو یارک میں بیان کرتا ہوں۔ اگر مرنے والے پاکستانی کو علم ہو جائے تو وہ سر پیٹ کر رہ جائے کہ ایسے ملک میں اس نے زندگی کیوں گزار دی۔ یہاں سے ہر ہفتے کسی نہ کسی مسلمان کی لاش مخصوص ڈبے میں بند ہو کر کسی نہ کسی فلائٹ سے پاکستان روانہ کی جاتی ہی۔ اس لاش کو کن مراحل سے گذرنا پڑتا ہے یہ بھی سن لیجئے۔ امریکہ کی تمام ریاستوں میں یہ قانون ہے کہ جب کوئی آدمی مرجائے تو سب سے پہلے پولیس کو اطلاع دی جائے۔ پولیس تمام کوائف مکمل کرنے کے بعد لاش کو فیونرل ہوم کے حوالے کر دیتی ہے۔ فیونرل ہوم والے لاش کے کفن دفن کا بندوبست کرتے ہیں۔ اس میں لاش کا غسل اور دوسرے تمام لوازمات شامل ہوتے ہیں۔ یوں امریکہ میں لاشوں کے کفن دفن کا کھربوں ڈالرز کا کاروبار ہوتا ہے۔ کسی بھی شخص کی لاش اس وقت تک دفن نہیں کی جاسکتی جب تک کہ فیونرل ہوم کا ڈائریکٹر اس کی تدفین کا سرٹیفکیٹ جاری نہیں کر دیتا۔ آج کل فیونرل ہوم مردے کی آخری رسومات کی ادائیگی کے سلسلے میں ۱۵ سو سے ۱۸۰۰ سو ڈالر وصول کرتا ہے جو پاکستانی ۴۵ ہزار سے ۵۴۰۰۰ ہزار روپے تک بنتے ہیں۔ فیونرل ہوم کو چلانے کے لیے ایک ایم ڈائریکٹر ہوتا ہے۔ جسے ریاست لائسنس جاری کرتی ہے۔ اس لائسنس کو حاصل کرنے کے لیے تین سال کا ڈپلومہ کورس کرنا پڑتا ہے۔ جہاں اسے مورچری سائنس کی عملی تربیت دی جاتی ہے۔ کورس پاس کرنے کی بعد وہ کسی فیونرل ہوم میں نوکر ہو جاتا ہے اور وہاں وہ موت کے سرٹیفکیٹ سے لے کر لاش کے کیمیاوی عمل تک کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ کیمیاوی عمل صرف ان لاشوں کا ہوتا ہے جو ملک سے باہر بھیجی جانی ہوتی ہیں۔ سائنس کی ترقی نے لاش کے کیمیاوی عمل کے شعبے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ آج سے پندرہ سال پہلے لاش پر ایک خاص پوڈر چھڑک کر لاش کو بے حد سخت کر دیا جاتا تھا تاکہ دو تین ماہ تک محفوظ رہ سکے۔ لیکن وہ عمل اکثر ناقص ہوتا تھا۔ آج کل کیمیاوی عمل کے لیے مردے کو کم از کم چار جگہ سے چیر دیا جاتا ہے۔ یعنی دونوں ہاتھوں پر' گردن پر اور ناف پر مردے کے پیٹ میں شگاف ڈال کر تمام آلائش وغیرہ نکال لی جاتی ہے۔ اس کے بعد خاص قسم کا پاؤڈر ان جگہوں پر بھر دیا جاتا ہے تاکہ لاش دوسرے ملک میں پہنچنے تک خراب نہ ہو۔ امریکہ اور خاص طور پر نیو یارک میں فیونرل ہوم یہودیوں کی ملکیت میں ہیں۔ مردوں کے کیمیاوی عمل پر چونکہ کافی خرچہ آتا ہے اس لیے یہ فیونرل ہوم والے ایشیائی مردوں کی وجہ سے لاکھوں ڈالر کماتے ہیں۔ کیونکہ ایشیائی لوگ خاص طور پر مسلمانوں کی اکثریت مرنے کے بعد اپنے ملک میں دفن ہونا پسند کرتی ہے۔ یہاں یہ بات خاص طور پر نوٹ کی گئی ہے کہ ان فیونرل ہوم میں لاشوں پر کیمیاوی عمل کرنے والے لوگ مرد ہوتے ہیں۔ پورے امریکہ میں صرف یہی عبد اللہ نام کے ایک مسلمان فیونرل ڈائریکٹر ہیں۔ مسلمان خواتین کی میتوں کو بھی غیر مسلم ہی غسل دیتے ہیں اور کیمیاوی عمل کرتے ہیں یہ ساری اذیتیں صرف ایک وطن کی مٹی میں دفن ہونے کی خاطر برداشت کی جاتی ہیں۔ اب سارے امریکہ میں پہلا اسلامی فیونرل ہوم الفلاح مسجد کے تہ خانے میں بنایا گیا ہے مگر اس کا ڈائریکٹر بھی ایک غیر مسلم ہے۔ امریکہ سے دوسرے ملکوں کو جانے والی مردانہ اور زنانہ میتوں کا کیمیاوی عمل وہی کرتا ہے۔ امریکہ میں فیونرل ہوم فلاحی بنیادوں پر شروع نہیں کئے جاتے تاہم الفلاح فیونرل ہوم کی تعمیر پاکستانی مسلمانوں کے چندے سے ہوئی ہے۔ یہاں پر میت کے ۱۳۰۰ ڈالر وصول کئے جاتے ہیں۔ ۵۰ ڈالر کفن کے ۳۵۰ ڈالر اس بوکس کے جس میں ڈال کر لاش دوسرے ملک کو بھجوائی جاتی ہے۔ ۵۰ ڈالر مردے کے نہلانے کے۔ ۳۰۰ ڈالر فیونرل ڈائریکٹر کی فیس ہوتی ہے۔ ایک اور بات توجہ کے قابل ہے کہ دوسرے فیونرل ہوم ۱۹۰۰ سے ۱۵۰۰ ڈالر لیتے ہیں جب کہ الفلاح فیونرل ہوم صرف ۱۳۰۰ ڈالر لیتا ہے۔

امریکہ میں میت کو دفن کرنا ہو تو قبر کی قیمت ۱۳۰۰ ڈالر ہے۔ گورکن کی فیس ۶۰ے ڈالر ہے۔ مسلمانوں کا یہاں پر مستقل قبرستان کوئی نہیں ہے۔ ہمارے اسلامی مرکزوں اور مساجد اور رفاہی اداروں نے الگ الگ جگہوں پر قبریں خرید کر رکھی ہوئی ہیں۔ جنہیں بوقت ضرورت فروخت کر دیا جاتا ہے۔ امریکہ میں مسلمانوں کا سب سے بڑا قبرستان واشنگٹن ڈی سی میں تصور کیا جاتا ہے۔ جو کہ ایک یہودی کی ملکیت میں ہے۔ یہاں ایدھی ٹرسٹ نے ۲۸۵ ڈالر فی قبر کے حساب سے قبریں خریدی ہوئی ہیں جو کہ بعض حالات میں مسلمان میتوں کے لئے مفت بھی دے دی جاتی ہیں۔ اگر حساب لگایا جائے تو یہاں امریکہ میں ایک عام مردے کے کفن دفن پر ۲۵۰۰ ڈالر خرچ آتے ہیں۔ اگر لاش پاکستان یا کسی دوسرے ملک کو روانہ کی جائے تو ہوائی ٹکٹ سمیت پانچ ہزار ڈالر اٹھتا ہے۔ الفلاح فیونرل ہوم کے روح رواں مشرف علی صاحب کا کہنا ہے کہ میں یہاں دس برس سے مردوں کا کفن دفن کر رہا ہوں میں نے اس عرصہ میں خاص بات نوٹ کی ہے کہ ہم اپنے مردے کو ہر حالت میں اپنے وطن روانہ کرنا چاہتے ہیں' چاہے زنانہ میت کو کسی بھی مرحلے سے کیوں نہ گزرنا پڑے۔ مشرف علی صاحب کا کہنا ہے کہ ہمیں امریکہ میں آباد ہوئے ایک زمانہ ہو گیا ہے لیکن ہمارا ایک بچہ بھی مردے کے کفن دفن کی تعلیم حاصل کرنے پر تیار نہیں ہوتا اس سلسلے میں مسلمان عورتوں کو سامنے آنا چاہئے تاکہ ہماری ماؤں بہنوں کی میتوں کی کیمیاوی عمل اور غسل کے وقت بے حرمتی نہ ہو۔ یہاں نیو یارک میں پاکستان پریڈ' لیگ آف

بقیہ ص ۳۶ پر

عبداللطیف مسعود ڈسکہ

کفرِ مرزا ○ بزبانِ مرزا

مرزا غلام احمد قادیانی ایک مناظر کا روپ لیکر معاشرہ میں رونما ہوا اگر آہستہ آہستہ قدم بقدم اور مرحلہ وار مختلف دعوے کرتا ہوا نہایت بے باکی سے مقام نبوت پر قدم زن ہونے کی ناپاک جسارت بھی کر گذرا جسکے رد عمل میں علمائے امت نے اسکے تمام مکرو فریب کے تار پود بکھیر کر رکھ دیے۔ پھر یہ مقابلہ میں تو نہ ٹھہر سکا لیکن بدزبانی اور گندہ ذہنی پر اتر آیا ایسی ایسی غلیظ اور بے نقط سنائیں کہ لکھنؤ کی بھٹ یارنیں بھی منہ چھپانے لگیں۔ کسی کو خبیث روح کہا تو کسی کو بدذات۔ کسی کو خنزیر بکا تو کسی کو ولد الحرام۔ ویسے جو بھی اسکے حلقہ دجالیت میں نہ آئے وہ منکر کافر اور جہنمی قرار دیدیا گیا اسکے لخت جگر مرزا بشیر الدین نے تو یہاں تک لکھ مارا کہ جو شخص مرزا صاحب کو نہیں ماننا چاہے اسنے آپ کا نام بھی نہ سنا ہو وہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(آئینہ صداقت ص ۳۵)

ایک دوسرے شیخ چلی نے یہ لکھ مارا کہ

جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا۔ عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمتہ الفصل از مرزا بشیر) گویا جناب مرزا صاحب بزبان خود اور بقلم خود نبی ہیں مسیح موعود ہیں جو ان کو نہ مانے وہ مسلمان نہیں۔ تو اس طرح ساری امت مسلمہ کل کر دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اور یہ چند مرزائی ہی مسلمان رہے العیاذ باللہ۔

وجوہ اور محبت وریں صورت بندہ حقیر چند ایسے مسلمہ اصول کرنا چاہتا ہے جن سے بالوضاحت ثابت ہوجائے گا کہ مرزا قادیانی اپنے مسلمہ اصولوں سے خود کافر قرار پاتا ہے۔ سماعت فرمائیے۔

وجہ اول۔ ازروئے قرآن مجید (جسے مرزا اور مرزائی بھی حجت سمجھتے ہیں) ذات خداوندی بے مثال عیب اور ہر نقص سے مبرا ہے۔ لیس کمثلہ شیئی۔ وہ اپنی ذات و صفات میں متفرد اور منزہ ہے۔ وہ تجزی اور ترکیب سے پاک ہے وہ لم یلد و لم یولد ہے۔ مگر ذیل میں قادیانی کفریہ ہذیان سماعت فرمائے یا قمر یا شمس انت منی وانا منک۔

(حقیقتہ الوحی ص ۷۴)

ملاحظہ فرمائیے کیا یہ صفات خداوند قدوس کے ذات اقدس سے متعلق ہوسکتی ہیں۔ کیا یہی ایمان کی صفات ہیں یا کفر کی؟۔

وجہ دوم

قرآن مجید میں ان لوگوں کی تکفیر نہایت غضبناک لہجے میں فرمائی گئی ہے۔ جنہوں نے کسی بھی سطح پر خدا کی کوئی اولاد تجویز کی۔ سارے قرآن مجید میں اتنی غضبناکی اور کسی جرم پر ظاہر نہیں کی گئی جتنی خدا کی اولاد تجویز کرنے پر کی گئی ہے۔

فرمایا۔ لم یتخذ ولدا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی بیٹا نہیں بنایا۔

(بنی اسرائیل)

ترجمہ۔ بڑی سنگین بات ان کے منہ سے نکل رہی ہے۔ یعنی قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں۔ زمین شق ہوجائے۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں اسوجہ سے کہ وہ رحمان کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ (مریم)

ترجمہ۔ اور یہود نے کہا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہدیا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے یہ تو انکے مونہوں کی باتیں ہیں۔ درحقیقت یہ اپنے سے پہلے کافروں کی ریس کررہے ہیں (انہوں نے ایسی باتیں کہیں تھیں) اللہ انکو برباد کرے۔ کدھر الٹے جارہے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے خدا کا بیٹا تجویز کرنے کی مذمت اور قباحت انتہائی درجہ معلوم ہوگئی اب قادیانی ہذیان سماعت فرماکر فیصلہ کیجئے کہ کیا یہ ذات شریف مسلمان بھی ہے؟

اسمع ولدی۔ اے میرے بیٹے سن۔ (البشریٰ ص ۴۹)

انت من مائنا وھم من فشل۔ تو ہماری پانی سے ہے اور لوگ خشکی سے۔ (اربعین ص ۳۴)

انت منی بمنزلۃ اولادی۔ تو مجھے اپنی اولاد جیسا ہے۔ (البشریٰ ص ۶۵)

قادیانی ولد کے لفظ میں کتنی تاویلیں کریں پاپڑ بیلیں مگر وہ مرزا کو کفر خالص سے کسی صورت میں نہیں بچاسکتے کیونکہ جسمانی بیٹا مانیں یا روحانی۔ ہر صورت یہ کفر خالص ہے عیسائیوں سے پوچھ کر دیکھ لو وہ بھی روحانی تسلیم کرتے ہیں۔

ایک قابل توجہ وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس میں تو مرزا قادیانی کی بیان کردہ صفات نہیں ہوسکتیں وہ تو ان سے نہایت منزہ ہے نیز وہ ہر قسم کی رابیت سے بھی پاک ہے لیکن مرزا قادیانی کا وہ خدا نہیں ہے بلکہ اسکے خدا دوسرے ہی ہیں جنکے نام اسنے خود بتلائے ہیں مثلاً خدائے یلاش۔

(خزائن ص ۲۰۳)

ربنا عاج جسکے معنی اسے ابھی تک معلوم نہیں ہوئے دیکھئے۔ (براہین احمدیہ ص ۵۵۵ طبع قدیم)

مرزا قادیانی کے ان خداؤں میں تو ایسی صفات ہوسکتی ہیں لیکن حقیقی خدا تعالیٰ ان سے مبرا ہے ہاں اگر کوئی قادیانی مبلغ یہ کہے کہ دراصل یہ اسی خدائے حقیقی ہی کے نام ہیں تو ہم کہیں گے کہ اس کو تو قرآن مجید نے یلحدون فی اسمائہ (الاعراف ۱۸۰) فرمایا ہے لہٰذا اس صورت میں بھی تمہارا گرو مرزا قادیانی کفر و الحاد سے نہیں بچ سکتا ویسے وہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ مرزا کے خدا اور ہی ہیں اسی لئے ان خداؤں کے فرشتے بھی جدا ہیں۔ جیسے ٹیچی۔ مٹھن لال۔ خیراتی شیر علی۔ انگریزی فرشتہ۔ درشنی فرشتہ۔ وغیرہ۔

گویا یہ قادیانی سلسلہ ہی جدا ہے جس کو خدائی سلسلہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے جس کا اعتراف خود آنجہانی نے کیا ہے کہ یہ سلسلہ مرزائیہ ملکہ برطانیہ کے وجود کی برکت سے دنیا میں قائم ہوا۔

(خزائن ص ۱۹)

تو جو سلسلہ انگریز کی برکت سے قائم ہوا ہو۔ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہو۔ (تبلیغ رسالت ص ۱۹) خدائے ارض و سما کی طرف سے نہ ہو۔ اسکے ہرکارے اور فرشتے بھی اور ہی ہوں۔ جبرئیل نہ ہو۔ جسکی وحی اور پیغامات بھی سلسلہ الٰہی کے ضابطے سے ہٹ کر مختلف زبانوں میں ہو۔ وہ حق و صداقت کا ترجمان کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا یہ قادیانی ٹولہ ہمیں کس کفر و ضلالت کی دعوت دیتا پھرتا ہے؟

اسکے مقابلہ میں ہم انہیں صحیح دین حق کی طرف نہایت ہمدردی سے بلاتے ہیں کاش کہ ان کا دیدہ بصیرت کھلے اور یہ لوگ اپنی بدبختی اور دائمی ہلاکت سے بچ جائیں۔

وجہ سوم توہین رسالت

عصر حاضر میں یہ مسئلہ نہایت واضح ہوچکا ہے عوام الناس اور علمائے [illegible]

بھی یہ فیصلہ دیدیا ہے کہ توہین رسالت کا مرتکب واجب القتل ہے۔ کیونکہ وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر ہے۔

اس سلسلے میں مرزائی ضابطہ مرزا لکھتا ہے۔

جن لغزشوں کا انبیاء علیہم السلام کی نسبت خدا تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے جیساکہ آدم علیہ السلام کا دانہ کھانا اگر تحقیر کی راہ سے انکار کیاجائے تو یہ موجب کفر اور سلب ایمان ہے۔ (براہین احمدیہ ص ۱۷)

دوسری جگہ لکھتا ہے کہ میرا یہی مذہب ہے کہ انبیا علیہم السلام کی مدح کے خلاف زبان چلانا میرے نزدیک کفر ہے۔ (ملفوظات احمدیہ ص ۱۸۳ طبع لاہور)

اب ذیل میں مرزا قادیانی کی خرافات سماعت فرمایئے۔

اور ایک ناکام نبی (معاذ اللہ) کی نسبت اسنے فرمایا ورفعناہ مکاناً علیا دیکھئے ظالم نے نبی کو ناکام کہا ہے جو کہ رسالت کی زبردست توہین ہے کیونکہ یہ نبی کامیاب ہوتا ہے۔ خود مرزا نے کہا ہے کہ نبی ہمیشہ کامیاب ہوکر جاتے ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۳۰۱)

اور تو اور رہے اس ظالم نے تو سید الانبیاء ﷺ سے بھی حیا نہیں کی چنانچہ بکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپکے اصحابؓ...... عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھالیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی تھی (اخبار الفضل ۲۲ فروری سنہ ۱۹۲۴ء)

آنحضرت کے تین ہزار معجزات ہیں (تحفہ گولڑویہ ص ۶۷ خزائن ص ۱۵۳ج ۱۷)

میرے (مرزا کے) نشانات کی تعداد دس لاکھ ہے (براہین احمدیہ ص ۵۶ ج ۵ خزائن ص ۷۲ ۔ج ۲۱)

مرزا لکھتا ہے کہ

اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانے میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی جو کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا وقت ہو (خطبہ الہامیہ ۱۹۳۔۱۹۴۔ خزائن ص ۲۸۸۔ج ۱۶)

اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کی کافی خرافات ہیں نیز اسکے لڑکے بشیر الدین محمود نے اس سے بھی بڑھ کر ہرزہ سرائی کی ہے بندہ کو اس کی نقل کی تاب نہیں

بھلا جو شخص یہ بک دے کہ

میں سب نوروں میں سے آخری نور ہوں اور خدا کی راہوں میں سے آخری راہ ہوں

بد قسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔ کشتی نوح ص ۵۶

بتلایئے اس سے بڑھ کر بھی کوئی توہین ہوسکتی ہے کہ آپکے مقام ختم نبوت ہی پر ہاتھ صاف کر رہا ہے۔

حضرت مسیح کی توہین تو اظہر من الشمس ہے جس کے بارے میں قادیانی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ہیں اور یسوع اور ہے مرزا نے عیسائیوں کے یسوع کے متعلق ایسی باتیں لکھی ہیں حضرت عیسیٰؑ جنکا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اس کی تو میں عزت کرتا ہوں وہ خدا کے سچے نبی اور راست باز پیغمبر تھے اور کبھی کہتے ہیں کہ مرزا نے جو کچھ لکھا ہے وہ بطور الزام لکھا ہے جیساکہ کئی مسلم علماء نے بھی ایسا لکھا ہے یہ سب کچھ محض بکواس اور فضول ہے مگر کیونکہ مرزا نے خود تو توضیح المرام میں لکھا ہے کہ یسوع جسے عیسیٰ بھی کہتے ہیں۔ گویا یسوع وہی عیسیٰ ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں اسی طرح دوسرے غداروں کے مقابلے کے حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں کہ بتلایئے یہ الزام ہے یا یسوع کو کہا گیا ہے یا محض خبث کا اظہار ہے جو عیسیٰ بن مریمؑ کے متعلق کہا گیا ہے

سنئے اور اس کذاب پر صرف تین حرف (ل ع ن) بھیج دیجئے فقط

لکھتا ہے یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ کشتی نوح حاشیہ ص ۷۵ جدید ص ۹۵ خزائن ۷۱۔ ۱۹

ملاحظہ فرمایئے اس اقتباس میں نہ تو لفظ یسوع ہے اور نہ یہ عبارت انجیل سے ماخوذ ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام لکھ کر جو کہ قرآن اور مسلمانوں کے محترم رسول ہیں ان کے ذمے شراب خوری کا بہتان لگایا گیا ہے۔ لہٰذا اس مثیل دجال اکبر کے سب مذر محض بکواس ہیں یہ تو سیدھا توہین مسیح کا مجرم اور قتل گردن زدنی مجرم ہے۔ اعاذنا اللہ من شرورہ والجمیع المسلمین

چہارم۔ بقول مرزا قادیانی آنحضرتؐ کے بعد دعوی نبوت کفر ہے چنانچہ لکھتا ہے۔

ترجمہ۔ ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنت و الجماعت مانتے ہیں اور کلمہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا ہوں اور میں مدعی نبوت کا نہیں ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔

(آسمانی فیصلہ ص ۳ جدید ص ۵)

اب ذیل میں مرزا کا ادعائے نبوت ملاحظہ کیجئے۔

میری دعوت کے مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعوی تھا۔

(براہین احمدیہ ص ۵۳ خزائن ص ۶۸ ج ۲۱)

ایک جگہ یوں لکھا کہ

اوائل میں میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اسکو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی تو اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔

اس مسیح کے مقابلہ پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے دوسرے مسیح کا نام احمد رکھا۔

اسی طرح دافع البلا میں لکھا ہے کہ

سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

مرزا محمود نے مرزا قادیانی کے حوالہ سے لکھا کہ

ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔

ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ مندرجہ بالا صورت میں کس صراحت سے مرزا نے دعوی نبوت کیا ہے جس کو پہلے کفر کہتا تھا بتلایئے اب مرزا خود کافر ہوا یا نہیں؟

وجہ پنجم

مرزا قادیانی اسلئے بھی کافر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کو متحد مانتا ہے۔

جس پر خدا تعالیٰ کا فضل ہو وہ اپنی نہایت محویت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی توحید کے قائم مقام ہوجاتا ہے اور رنگ دوئی میں سے جاتا رہتا ہے۔

نیز کہتا ہے۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی

وجہ ششم

مرزا لم یلد کا انکار کرکے دعوی ابنیت کرتا ہے مثلاً

ترجمہ۔ تو مجھے اپنی اولاد کی طرح ہے یہ تو اسکی عام بات ہے وہ خبیث تو ایک جگہ اپنے ایک لڑکے کے متعلق لکھتا ہے۔

وجہ ہفتم

مرزا عیسائیوں کی طرح۔ اللہ تعالیٰ کو باپ (فادر) مانتا ہے چنانچہ اس کا الہام ہے۔

ملاحظہ فرمایئے یہ باپ اور بیٹا کا تصور تو دربارہ خداوند قدوس کفر محض ہے۔

وجہ ہشتم

انبیا کرام علیہم السلام قبل از نبوت وبعد ازاں گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں خاص کر کبائر سے۔ مگر شرک و کفر کا تو انکے بارے میں تصور بھی ناممکن ہے۔ مگر مرزا قادیانی ۵۲ سال تک خود مشرک رہا اور لوگوں کو بھی اسکی تبلیغ کرتا رہا۔ بایں صورت کہ مرزا نے لکھا ہے

ترجمہ سو یہ کتنا ایک سوا ولی ہے کہ عیسیٰ فوت نہیں ہوئے۔ یہ تو کھلا شرک ہے مگر خود مرزا باوجود الہام و وحی ہونے کے بھی ۱۲ سال تک اس عقیدہ پر جما رہا جیساکہ اسنے خود لکھا ہے کہ۔

پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد

سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ یہی مدت آئینہ کمالات میں دس سال لکھی ہے۔

بتلایئے کہ وہ ملہم کیسا بدھو اور الو ہوگا جسے خدا کی وحی بارہ سال تک ہوتی رہے کہ تو مسیح ہے تو مسیح ہے مگر وہ الو سمجھ ہی نہ سکے کہ مجھے کہا جارہا ہے۔ درحقیقت یہ سب بکواس ہے نہ اسے کوئی وحی ہوئی اور نہ ہی اسنے پہلے اس میں عقیدہ ظاہر کیا تھا بلکہ وہاں صاف لکھا تھا کہ مجھ پر ظاہر (بذریعہ الہام) (نقل) کیا گیا ہے۔ مگر آہستہ آہستہ جب ملک کی طرف سے حوصلہ افزائی ہوتی رہی تو یہ اس منصب کے اظہار کے طریق کار سوچتا رہا کہ کیا تاویل کی جائے۔ آخر مختلف قسم کے مکرو فریب اور مضحکہ خیز مرحلوں سے گزر کر مسیح موعود کا دعویٰ داغ دیا۔

ملاحظہ فرمایئے اس کا کتاب کشتی نوح وغیرہ کہ کیسے یہ دو سال تک مریم بنا رہا پھر اس ۱۰ ماہ تک عیسیٰ کا حمل رہا آخر اس سے عیسیٰ نکل آیا۔ گویا میں سے میں ہی پیدا ہوگیا۔

وجہ نہم

کسی مخلوق کے لئے صفات الٰہی مثلاً" حاضر ناظر جاننا۔ علم غیب ثابت کرنا یا الوہیت تسلیم کرنا چاہے وہ باذن و عطائے الٰہی ہو موجب کفر ہے۔ خود مرزا اس اصول کو تسلیم کرتا ہے سنئے۔

ا۔ یہ معنی کرنا کہ گویا خدا تعالیٰ نے اپنے ارادہ اور اذن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا صریح الحاد اور بے ایمانی ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی دوسروں کو دے سکتا ہے تو اس سے اسکی خدائی باطل ہوتی ہے اور موحد صاحب کا یہ عذر کہ ہم ایسا اعتقاد تو نہیں رکھتے کہ اپنی ذاتی طاقت سے حضرت عیسیٰ خالق طیور تھے بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ طاقت خدا تعالیٰ نے اپنے اذن و ارادہ سے انکو دے رکھی تھی..... یہ سراسر مشرکانہ باتیں ہیں اور کفر سے بدتر.........

(ازالہ اوھام ص۲۹۶ ۱۹۷ حاشیہ)

۲۔......کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بشر کو اپنے اذن و ارادہ سے خالقیت کی صفت عطا کر سکتا ہے تو پھر اسی طرح کسی کو اذن و ارادہ سے اپنی طرح عالم الغیب بھی بنا سکتا ہے اور اس کو ایسی قوت بھی دے سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کی طرح ہر جگہ حاضر ناظر ہو۔

۳۔ ایسی تجویز یا اعتقاد رکھنا کہ بجز خدا تعالیٰ کے کوئی اور بھی حاضر و ناظر ہے...... صریح کفر ہے۔

(ملفوظات احمدیہ ص۳۱۵)

دیکھئے ان حوالہ جات میں مرزا نے کسی مخلوق میں باذن الٰہی ان صفات کو کفر و الحاد قرار دیا ہے مگر خود غیر خدا کو حاضر و ناظر تسلیم کر رہا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ یوں لکھتا ہے کہ بعض اکابر نے اپنے وجود کو ایک وقت اور ایک آن میں مختلف ملکوں اور مکانوں میں دکھلایا ہے۔

وجہ دہم

کسی مخلوق کے لئے الٰہی صفات (معبودیت وغیرہ) اخنث الحاد کفر ہے۔ (ازالہ ص۱۹۲)

مگر مرزا ایک جگہ آنحضرت ﷺ کے حق میں لکھتا ہے کہ

ا۔ رفع بعضھم درجات اسی جگہ صاحب درجات رفیعہ سے ہمارے نبی ﷺ مراد ہیں جن کو ظلی طور پر انتہائی درجہ کے کمالات جو کمالات الوہیت کے افعال و آثار ہیں بخشے گئے ہیں۔

(سرمہ چشم آریہ ص۲۳۶)

۲۔ مخلوقات میں سے صرف ایک ہی شخص مرتبہ کاملہ حصہ کا جو کہ ظل مرتبہ الوہیت ہے حاصل ہوسکتا ہے۔

۳۔ اس جگہ واضح رہے کہ اس انتہائی کمال کے باوجود کو خدا تعالیٰ کی کتابوں میں مظہر اتم الوہیت قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ یہ وجود باجود (آنحضرت ﷺ) ناقل جو چیز جسم ہے مقربین کی تین قسموں میں سے اعلیٰ و اکمل ہے جو الوہیت کا مظہر اتم کہلاتا ہے۔

۵۔ اس قسم ثالث میں تمام صفات الہ صاحب قرب کے وجود میں تمام تر صفائی منعکس ہوجاتی ہیں۔

۶۔ ایسا ہی ظل الوہیت ہونے کی وجہ سے ایک مرتبہ الہیہ سے اسکو ایسی مشابہت ہے جیسے آئینہ کے عکس کو اپنی اصل سے ہوتی ہے اور امہات صفات الہیہ یعنی علم۔ ارادہ قدرت سمع بصر مع اپنے جمیع فروع کے اتم و اکمل طور پر اس میں انعکاس پذیر ہیں۔

۷۔ اسی وجہ سے تمثیلی بیان میں ظلی طور پر خدائے قادر ذوالجلال سے آنحضرت ﷺ کو آسمانی کتابوں میں شبیہ دی گئی ہے جو ابن کے لئے بجائے اب ہے۔

۸۔ اور جو تشبیہات قرآن شریف میں آنحضرت ﷺ کو ظلی طور پر خداوند قادر مطلق سے دی گئی ہیں ان میں سے ایک یہی آیت ہے..... ترجمہ۔ یعنی انکو کہدو کہ اے میرے بندو! حالانکہ یہ ترجمہ سراسر غلط ہے۔

۹۔ خداوند سے مراد ظلی طور آپ آنحضرت ﷺ ہیں کیونکہ وہ مظہر اتم الوہیت ہیں اور وجہ سوم قرب پر ہیں۔

مندرجہ بالا اقتباسات میں مرزا نے واضح طور پر آنحضرت ﷺ کو ظلی طور پر مقام الوہیت پر فائز کیا ہے جو کہ سراسر خلاف حق اور کفر ہے۔ اسلام میں کسی ظلی بروزی چیز کا قطعاً" کوئی ذکر نہیں ہے یہ اصطلاحات اسی ذات شریفہ کی ہیں۔ قرآن مجید میں تو تمام کائنات کو قدرت الٰہی کا شاہکار اور نمونہ قرار دیا گیا ہے اب ظلی کی حقیقت بھی مرزا صاحب سے سماعت فرمایئے۔

بروزی تصویر پوری نہیں ہوسکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو......وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ظلی خدا بھی خدا کی پوری تصویر ہوگی۔

یہ تو خاتم الانبیاءؐ کے بارے میں لکھا مگر اپنے بارے میں اس سے بھی اوپر چلا گیا ہے سنئے۔

ورائیتنی فی المنام عین اللّٰہ وتیقنت اننی ھو

ترجمہ۔ یعنی میں نے خواب میں اپنے آپکو بعینہٖ اللہ دیکھا اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں العیاذ باللہ۔

ترجمہ۔ اسکے بعد صفات و فعال خداوندی کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اب بتلایئے ایسا انسان مسلمان ہوسکتا ہے؟ خدا کی زیارت ہو خواب میں ممکن ہے کما ورد عن النبیؐ واکابر الامتہ لیکن کسی نے ایسا نہیں کیا کہ میں خواب میں خدا بن گیا پھر میں نے مخلوقات پیدا کیں۔

وجہ یازدہم

حسب تحریر سابق کسی مخلوق میں علم غیب تسلیم کرنا بھی شرک والحاد ہے۔

مگر مرزا کا قادیانی نے مخلوق میں علم غیب تسلیم کیا ہے ملاحظہ فرمایئے لکھتا ہے کہ خدا فرماتا ہے ترجمہ۔ یعنی غیب کامل ایسا دروازہ کسی پر کھولتا کہ گویا وہ غیب پر غالب اور غیب اس کے قبضہ میں ہے یہ تصرف علم غیب میں بجز خدا کے برگزیدہ رسولوں کے اور کسی کو نہیں دیا جاتا کہ کیا باعتبار کیفیت کیا باعتبار غیب کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں۔

امام الزمان کی الہامی پیشگوئی اظہار علی الغیب کا رتبہ رکھتی ہیں یعنی غیب کو ہر پہلو سے اپنے قبضہ میں کرلیتی ہیں جیسا کہ چابک سوار گھوڑی کو قبضہ میں کرتا ہے۔

خدا اپنے کلام عزیز میں فرماتا ہے کہ ہر ایک مومن پر غیب کامل کے امور ظاہر نہیں کئے جاتے بلکہ محض ان بندوں پر جو اصطفاء اور اجتبا کا درجہ رکھتے ہیں ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے۔

ترجمہ۔ یعنی اللہ غیب پر کسی کو غالب نہیں ہونے دیتا مگر ان لوگوں کو جو رسول اور اسکی درگاہ کے پسندیدہ ہیں۔

قرآن شریف میں ہے۔

ترجمہ۔ یعنی کامل طور پر غیب کامل بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے دوسرے کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا رسول سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدث اور مجدد ہوں یہ نظریہ سراسر خلاف اسلام و قرآن اور کفر و الحاد ہے۔

وجہ دوازدہم

مرزا قادیانی قدم عالم کا قائل ہے جو کہ فلسفہ یونان کا باطل نظریہ ہے چنانچہ لکھتا ہے۔

پس خدا تعالیٰ کی صفات قدیمہ کے لحاظ سے مخلوق کا وجود نوعی طور پر قدیم ماننا پڑتا ہے نہ شخصی طور پر یعنی مخلوق کی

نوع قدیم سے چلی آتی ہے ایک نوع کے بعد دوسری نوع خدا تعالیٰ پیدا کرتا چلا آیا ہے سو اسی طرح ہم ایمان رکھتے ہیں اور یہی قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے...... خدا تعالیٰ کی قدیم صفات پر نظر کرنے سے مخلوق کے لئے قدامت نوع ضروری ہے مگر قدامت شخصی ضروری نہیں۔

(چشمہ معرفت ص۱۴۰ خزائن ص۱۴۸ ج ۲۳)

وجہ کفر مرزا سیزدھم

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ

لیکن وہ انسان جو اللہ کا ولی کہلاتا ہے اور خدا جسکی زندگی کا ذمہ وار ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جسکی وہ حرکت و سکون بلا استصواب الٰہی نہیں ہوتی وہ اپنی ہدایات اور ارادہ پر کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے مشورہ لیتا ہے۔

(ملفوظات احمدیہ ص۳۲۹ ج اول طبع لاہور)

مگر مرزا قادیانی نے حیات و نزول مسیح کا سابقہ اعتقاد رکھتے وقت کتاب اللہ سے کیوں استصواب نہ کیا اور کیوں اسی عقیدہ پر بارہ برس تک جما رہا جبکہ اسے وحی الٰہی بار بار متنبہ بھی کرتی تھی (اعجاز احمدی ص ۷) جبکہ بقول مرزا کتاب اللہ کی تمیں آیات خصوصی طور پر وفات مسیح پر دال تھیں۔

(ازالہ اوھام)

نیز وہ لکھتا ہے کہ تمیں آیات خصوصاً مسیح علیہ السلام کی وفات پر گواہ ہیں۔

(ملفوظات ص۲۳۸ ج طبع لاہور)

نیز اس پر تمام صحابہ کا اور بعد کے ائمہ کا اجماع بھی تھا پھر تو نے یہ کیوں لکھدیا۔

وجہ کفر مرزا چہاردہم

دابۃ الارض کے معنی طاعون کے جراثیم کے علاوہ اور کچھ کرنا الحاد اور دجل ہے دیکھئے۔

(نزول المسیح ص ۴۰)

مگر خود ہی اس جرم کا مرتکب ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ

ا۔ گیارھویں علامت کا ظہور میں آنا یعنی ایسے واعظوں کا بکثرت ہو جانا جن میں آسمانی نور ذرہ بھی نہیں۔

۲۔ دابۃ الارض سے مراد کوئی لا یعقل جانور نہیں بلکہ بقول حضرت علیؓ آدمی کا نام ہی دابۃ الارض ہے اس جگہ دابۃ الارض اسے مراد ایک ایسا طائفہ انسانوں کا مراد ہے جو آسمانی روح اپنے اندر نہیں رکھتے..... وہ گروہ متکلمین کا ہو گا۔

وجہ کفر مرزا پانزدھم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم جزو ایمان اور مومن کی فطرت ہے مگر جب مرزا نے آپکی توہین کی تو وہ مومن نہ رہا بلکہ کافر ہو گیا۔

چنانچہ مرزا خود ہی لکھتا ہے کہ

مسلمان ... ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اگر کوئی پادری

ہمارے نبی ﷺ کو گالی دے تو ایک مسلمان اسکے عوض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دے کیونکہ مسلمانوں کے دلوں میں دودھ کے ساتھ یہ اثر پہنچایا گیا ہے کہ وہ جیسے نبی کریم ﷺ سے محبت رکھتے ہیں ویسا ہی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔

مگر مرزا کھل کر حضرت مسیح کو گالیاں دیں۔ آپکے معجزات کو مسلمہ بزم قرار دیا۔

نیز آپکے نسب نامہ پر نہایت فحش بہتان لگاتے رہے علاوہ ازیں کافی الزامات لگائے۔ پھر کہدیا کہ یہ سب کچھ الزامی طور پر کہا گیا ہے جبکہ بقول خود الزامی طور پر بھی توہین مسیح خلاف اسلام ہے لہٰذا اس وجہ سے بھی مرزا مسلمان نہ رہا بلکہ پکا کافر ہو گیا۔

وجہ شانزدھم

مسیح کی قبر کشمیر میں نہ ماننا قرآن مجید کی تکذیب ہے اور ظاہر ہے کہ تکذیب قرآن کفر خالص ہے۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ

آپ لوگ خدا تعالیٰ کو اس طرح پر جھوٹا قرار دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تو کہتا ہے کہ واقع صلیب کے بعد عیسیٰ اور اسکی ماں کو ہم نے ایک ٹیلہ پر جگہ دی جس میں صاف پانی بہتا تھا..... یعنی خطہ کشمیر۔

مگر خود قرآن کی تکذیب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

مسیح نیل میں جا کر فوت ہو گیا۔

مسیح بلاد شام میں مدفون ہے۔

ممکن ہے وہ روضہ رسول کے پاس مدفون ہو۔

غرضیکہ قبر مسیح کے سلسلہ میں مرزا کے کئی مختلف اقوال ہیں جن سے وہ بضابطہ خود مکذب قرآن ہو کر کافر ٹھہرتا ہے۔

وجہ ہفدہم

مسیح موعود کا منکر کافر ہے

مرزا خود لکھتا ہے کہ کافر کا لفظ مومن کے مقابلہ پر ہے اور کفر دو قسم کا ہے۔ (اول) یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسولؐ نہیں مانتا (دوم) دوسرے یہ کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اسکے باوجود تمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے..... اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۷۹ خزائن ص۱۸۵ ج ۲۲)

جو پیغمبر نہ مانے وہ کافر ہے مگر جو مہدی اور مسیح کو نہ مانے اس کا بھی سلب ایمان ہو جاتا ہے انجام ایک ہی ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ ص۲۷۹)

اب دیکھئے یہی مرزا اپنے آپکو نبی اور رسول کہہ کر خاتم الانبیاء کا کھلا منکر ہے حتیٰ کہ اپنے آپکو خدا کی آخری راہ اور آخری نور قرار دیتا ہے حالانکہ یہ مرتبہ و مقام صرف اور صرف خاتم الانبیاء ﷺ کا ہے دوسرا کوئی بڑے سے بڑا رسول بھی اس مقام کو چھو نہیں سکتا چہ جائے کہ یہ دجال و کذاب۔ لہٰذا صرف ایک بنا پر ڈبل کافر ہوا۔

دوسرے نمبر پر یہ دجال مہدی اور مسیح کو ایک قرار دیکر علیحدہ مہدی کا کھلا منکر ہو کر بھی مسلوب الایمان ہوا (جبکہ از روئے احادیث دونوں الگ الگ ہیں) تیسرے نمبر پر یہ ذات شریف بقول خود مسیح کا ڈبل منکر ہو کر بھی کافر بلکہ کفر ہو گا۔

وہ یوں کہ پہلے یہ اصلی مسیح علیہ السلام کا از روئے قرآن و حدیث و کتب سابقہ اور اجماع امت کے قائل تھا پھر اسے اپنے متعلق الہام ہوا کہ تو مسیح ہے مگر یہ بارہ سال تک اپنی مسیحیت کا منکر رہا۔ لہٰذا مسلوب الایمان ہوا اور اب یہ اصلی مسیح کا جو تمام امت کا متفقہ اور ثابت شدہ اجماعی نظریہ ہے اسکا منکر ہو کر مسلوب الایمان ہو گیا۔

اسکی ذاتی تحریر ملاحظہ فرمائیے

براہین میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا تھا اور مجھے خاتم الخلفا ٹھرایا گیا تھا اور میری نسبت کہا گیا کہ تو ہی کسر صلیب کرے گا اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں ہے (لیکن اسی براہین تو قرآنی آیات سے حیات و نزول مسیح حقانی بھی ثابت کرتا رہا تاقل۔ اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (بالکل جھوٹ بکتا ہے براہین میں ایسا کوئی ذکر نہیں) تاہم یہ الہام جو براہین میں کھلے کھلے طور پر درج تھا خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا (یہ خدائے ساحقہ ہو گا ورنہ حقیقی خدا کا یہ اصول نہیں ہے) اور اسی وجہ سے باوجود کہ ہمیں براہین میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھرایا گیا تھا۔ (بالکل جھوٹ اور بکواس ہے) مگر پھر بھی میں نے بوجہ اس ذہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھدیا یا میری کمال سادگی اور ذہول پر یہ دلیل ہے کہ وحی الٰہی مندرجہ براہین احمدیہ تو مجھے مسیح موعود بناتی تھی (بالکل بکواس بکتا ہے) مگر میں نے اس رسمی عقیدہ کو براہین میں لکھدیا میں خود تعجب کرتا ہوں کہ میں نے باوجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین میں مجھے مسیح موعود بناتی تھی کیونکہ اس کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھدیا (اسلئے کہ ابھی تک تجھے حیض و حمل کے منصوبے ذہن میں نہیں آئے تھے) پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت مسیح کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مرزا کو بالکل واضح اور کھلی کھلی وحی ہر ممکن طریق سے مسیح موعود بناتی رہی لیکن یہ تو ایسا غبی اور احمق تھا کہ اسکو سمجھ میں نہ آتی تھی شاید مراق کا زور تھا یا وحی کسی غیر مانوس زبانی میں آتی تھی کہ یہ بارہ سال تک اس کا منکر رہا بہرحال یہ بموجب حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹ اپنی مسیحیت کا منکر رہا اسکے علاوہ مرزا نے اپنی مسیحیت کا انکار اور مسیح حقانی کا اقرار ازالہ اوھام میں بھی کیا ہے۔

دیکھئے ص ۱۹۰ ص۲۱۱ وغیرہ لہٰذا یہ پکا مرتد اور کافر قرار پائے گا دیکھئے لکھتا ہے کہ ہم نے جو رسالہ فتح اسلام اور توضیح المرام میں اپنے اس کشفی الہامی امر کو شائع کیا ہے کہ مسیح موعود سے مراد یہی عاجز ہے۔ میں نے سنا ہے کہ بعض ہمارے علماء اس پر بہت برافروختہ ہوتے ہیں۔

دوسری جگہ لکھا ہے کہ ہاں تیرھویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا آنا ایک اجماعی عقیدہ معلوم ہوتا ہے سو اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں تو پھر آپ لوگ مسیح موعود کو آسمان سے اتار کر دکھلادیں۔

(ازالہ ص ۱۸۵ طبع لاہور)

ملاحظہ فرمائیں مندرجہ بالا دونوں اقتباسات میں مرزا نے اپنی مسیحیت کا دعویٰ اور اقرار کیا ہے مگر اسکے بعد پھر اسکا انکار کر کے صرف مثیل مسیحیت کا دعویٰ ظاہر کرتا ہے۔

حتیٰ کہ اسی ازالہ میں اسنے ہزاروں مثیلوں کی آمد کا اقرار بھی کیا ہے۔ برادران اسلام یہ مرزا اور مرزائیت ایک ایسا معمہ چیستان اور گورکھ دھندا ہے جسے عزرائیل اور داروغہ جہنم کے سوا کوئی بھی سلجھا نہیں سکتا۔ نہ خود مرزا اور نہ ہی اسکا کوئی شاطر سے شاطر چیلہ چانٹا۔ لہٰذا خدائے کریم ہر ایک مسلمان بلکہ ہر ایک مکلف کو اس وبا سے محفوظ رکھے۔ آمین

نیز آپ ذرا ان اقتباسات میں اسکی کافرانہ گستاخیاں بھی ملاحظہ فرمائیں

وجہ کفر مرزا سیزدھم

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کسی بھی نبی کی نبوت کا انکار کفر خالص ہے حتیٰ کہ خود نبی کو بھی اپنی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔

تو جب کوئی نبی اپنی نبوت کا منکر ہو تو وہ پرلے درجے کا کافر ہوگا اسی بات کو محمد علی لاہوری مرزائی نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ لکھتا ہے کہ میاں محمود احمد صاحب حضرت صاحب (مرزا قادیانی) کو ایک خطرناک فتویٰ کے ماتحت لائے ہیں...... وہ یہ کہ نبی کی نبوت سے انکار کفر ہے پس اگر حضرت صاحب کو خدا نبی کہتا تھا اور آپ فی الواقع نبی ہی تھے مگر باایں ہمہ زور سے نبوت کا انکار کرتے تھے بلکہ مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے تو کیا آپ کفر کے فتویٰ کے ماتحت نہیں آئے؟ یقیناً" اگر نبی اپنی نبوت سے انکار کرے تو وہ سب سے بڑھ کر کافر ہے کیونکہ دوسروں کو کہنے والا تو انسان ہے مگر اسے خود خدا کہتا ہے۔ مسیح موعود و ختم نبوت ۱۲، ۱۳

اب دیکھئے مرزا نے خود اپنی نبوت کا انکار ہزار بار کیا ہے۔ لکھتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا کے الہام کے موافق کیا گیا ہے۔

دوسری جگہ لکھتا ہے۔

میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں یہ آپکی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے۔

مسلم سجاد

جرمنی اور اسلام

مشرقی اور مغربی جرمنی کے اتحاد کے بعد جرمنی یورپ کی ایک اہم طاقت کی حیثیت سے پھر اپنا مقام بنا رہا ہے۔ مستقبل کی یک قطبی دنیا میں، جاپان کی طرح، جرمنی کو بھی اپنے مقام کی فکر ہے۔ اس کے پیش نظر ایک ایسی دنیا ہے جس میں طاقت کے دو نہیں، کئی مراکز ہوں۔ کچھ نئے ممالک کو بھی سلامتی کونسل میں ویٹو کا حق ملے اور جرمنی کا شمار عالمی طاقت کی حیثیت سے ہو۔

اس پس منظر میں، مسلم دنیا کے لیے جرمنی کے حالات کا مطالعہ غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ خصوصاً اس لحاظ سے کہ آج وہاں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں کیا رویہ اختیار کیا جا رہا ہے۔

مسلم دنیا اور جرمنی کے حلیفانہ تعلقات ماضی میں خوشگوار رہے ہیں۔ جنگ عظیم اول میں سلطنت عثمانیہ اور جرمنی کے باہم حلیفانہ تعلقات تاریخ کے طالب علموں کے لیے کوئی ماضی بعید کی بات نہیں ہے۔ جرمن مستشرقین کی علمی روایت میں اسلام کے خلاف تعصب نسبتاً کم رہا ہے۔ جرمن سیاستدان بھی، جرمنی کے غیر استعماری کردار پر فخر کرتے ہیں اور مسلم اور عرب دنیا کے ساتھ، حاکم اور محکوم کے بجائے، برابری کی سطح کے تعلقات کے قائل رہے ہیں۔ گذشتہ دنوں پاکستان میں گوئٹے انسٹی ٹیوٹ نے ایک پاکستانی تحقیقی ادارے کے تعاون سے اسلام اور مغرب کے موضوع پر اہم شہروں میں سیمینار منعقد کیے اور جرمنی اور پاکستان کے اہل علم کو تبادلہ خیال کا موقع فراہم کیا۔ احیائے اسلام کی موجودہ لہر کے پس منظر میں، اسے جرمنی کی جانب سے مستقبل کے عالم اسلام کو سمجھنے کی ایک کوشش قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن خود جرمنی میں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جو رویہ آج ہے اسے بیان کرنے سے پہلے چند بنیادی معلومات کا علم ضروری ہے۔

مسلمان آبادی

۱۹۸۷ء کی مردم شماری میں مذہب کے بارے میں بھی سوال تھا جس سے یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ مسلمانوں کی کل آبادی ۱۷ لاکھ ۵۱ ہزار ہے۔ ان میں ترکوں کے علاوہ مراکش، تیونس، لیبیا، فلسطین، اور پاکستانی بھی شامل ہیں

۴۸ ہزار جرمن شہری بھی مسلمان تھے لیکن ان میں زیادہ تر وہ تھے جنھوں نے جرمن شہریت اختیار کرلی تھی، صرف ۵ ہزار جرمن نومسلم تھے۔

۱۹۵۰ء کے عشرے میں جرمن معیشت کی ضروریات پورا کرنے کے لیے مزدوروں کی حیثیت سے ترک مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی۔ ۶۳-۱۹۶۰ء میں ان کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ ۱۹۷۳ء میں پھر ایک لہر آئی اور اب آنے والے صرف مرد ہی نہ تھے۔ خواتین بھی مزدور بھرتی ہوئیں اور اہل خانہ بھی آنا شروع ہوئے۔ اس طرح جرمنی میں ترک بستیاں وجود میں آگئیں۔ غیر قانونی آمد میں بھی اضافہ ہوا۔ جرمنی کی صحت، تعلیم اور دوسری معاشرتی سہولتوں پر ان کا دباؤ محسوس ہونا شروع ہوا۔

جرمنی کی حکومت نے ان تارکین وطن کو حدود میں رکھنے کی پالیسی اختیار کی ہے۔ انھیں، مہمان کارکن، کہا جاتا ہے۔ کبھی کبھی واپسی کے لیے بھی اقدامات کیے جاتے ہیں۔ انھیں جرمن شہریوں کے برابر سہولتیں اور حقوق نہیں دیے جاتے۔ بلدیاتی سطح پر ووٹ کا حق دینے کی بھی مزاحمت کی جاتی رہی ہے۔

جرمنی کا دستور اور مذہب

جرمنی کا دستور جسے بنیادی قانون، کہا جاتا ہے عبادت، تعلیم اور انجمن سازی کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ فرانس اور ہالینڈ کے برخلاف، مذہب کے معاملات میں غیر جانبدار ہے۔ یہودی، کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عبادت گاہوں کو کارپوریشن کی حیثیت حاصل ہے، اور حکومت چرچ کے ممبران سے ٹیکس جمع کر کے، اپنے سروس چارج منہا کر کے، رقم چرچ کے حوالے کر دیتی ہے چرچ اور حکومت تعلیم، صحت اور معاشرتی بہبود کی دیگر سرگرمیوں میں قریبی تعاون کرتے ہیں۔ سرکاری خرچ پر چلنے والے ۸۰ فیصد نرسری اسکولوں کا انتظام چرچ کی سپرد ہوتا ہے۔

مسلم تنظیمیں

جن مذہبی گروہوں کو اس طرح کی حیثیت حاصل نہیں،

کر سکتے ہیں۔ مسلمان بالعموم رجسٹرڈ تنظیموں اور فاؤنڈیشن کی شکل میں کام کرتے ہیں۔ ان کی تمام سرگرمیاں ان کے دائرہ کار میں نمایاں ہیں۔ سب سے اہم تو مسجد کا نظم ہے۔ دوسری جنگ کے بعد فرینکفرٹ اور ہیمبرگ میں سب سے پہلے احمدیوں قادیانیوں نے عبادت گاہیں قائم کیں۔ ۵۰ کے عشرے میں آنے والوں کی ضرورت کے تحت گیراجوں، فلیٹوں اور کمروں میں مسجد کا نظم قائم کیا جانے لگا۔ صنعتی علاقے (RUHR) میں ڈوسبرگ میں ۸ فی صد مسلم آبادی ہے۔ پہلی مسجد ۱۹۷۶ء میں قائم ہوئی اور اب ۳۰ سے زائد ہیں۔

مسلمانوں میں کام کرنے والی بیشتر تنظیمیں ترک ہیں۔ سب سے اہم حکومت ترکی کی سرپرستی میں کام کرنے والی (DITIB) ہے جو نصف سے زائد مسجدوں کا نظم و نسق چلاتی ہے۔ ۱۹۸۸ء کے ایک اندازے کے مطابق ترک مسجدوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ دوسرے نمبر (AMGT) ہے جسے رفاہ پارٹی کا نمائندہ کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد (VIKZ) ہے، جسے ترکی میں سلیمانیہ کہا جاتا ہے۔ قرآنی اسکول ان کی خاص سرگرمی ہے۔ سعید نورسی کے پیروکاروں کی نوری تنظیمیں بھی ہیں۔ غیر ترکی انجمنوں میں دو عرب تنظیمیں ہیں جن کے صدر دفاتر آخن اور میونخ کے اسلامی مراکز میں ہیں۔ ہیمبرگ کا اسلامی مرکز ایرانیوں کا ہے۔ اس کے علاوہ کوسوو، بوسنیا اور پاکستان و بھارت کے مسلمانوں کی انجمنیں بھی ہیں۔ کوئی ایسی چھتری نہیں ہے جس کے تحت یہ سب کام کرتی ہوں، ایک فیڈریشن قائم کی گئی ہے۔

جرمن مسلمانوں کی سرگرمیاں

جرمن نومسلموں کی سرگرمیاں بھی قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۷۶ء کے بعد سے ہر سال قومی سطح پر اسمبلی ہوتی رہی ہے۔ اب شرکا کی تعداد میں اضافہ کی وجہ سے علاقائی سطح پر ہر سال مزید تین کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ یہ صرف جرمن بولنے والے مسلمانوں کے لیے ہوتی ہیں اور جرمن مسلمان ہی اس کا انتظام و انصرام کرتے ہیں۔ ۷۶ کے پہلے اجلاس میں حاضری ۳۰ تھی، مگر اب سیکڑوں میں ہونے لگی ہے۔ جرمن معاشرہ کے تقاضوں کے تحت اور مقامی سطح پر زیادہ قریب جانے کے لیے اب ملک میں مختلف علاقوں میں جو پروگرام ہوتے ہیں، ان میں حاضری ۱۰۰ تک رہتی ہے۔ قومی سطح کے اجلاس میں ۵۰۰ تک افراد جمع ہوتے ہیں۔ ۸۰ کے عشرے کے اوائل سے اہم اسلامی ایام منانے کے عنوان سے دعوتی سرگرمی کی جاتی ہے۔ کسی اہم شہر میں ایک ہفتہ مناتے ہیں جہاں نمائش، تقاریر اور دیگر ذرائع سے قریب رہنے والے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ ایک آزاد ادارہ ہاؤس آف اسلام، جرمن زبان میں دعوت و تربیت کا کام کر رہا ہے۔

خلیج کی جنگ کے بعد

امت کے ایک جزو کی حیثیت سے جرمنی کے مسلمان بھی عالمی سطح پر مسلمانوں کو پیش آنے والے مسائل و واقعات سے متاثر ہوتے ہیں۔ خلیج کی جنگ کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کا ایسا طوفان اٹھا جس کے سامنے دعوتی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ بعض اوقات اس کا یہ فائدہ بھی ہوا کہ زیادہ لوگوں نے براہ راست معلومات حاصل کرنے کے لیے قرآن کے تراجم حاصل کیے لیکن بحیثیت مجموعی اس مہم نے مسلمانوں سے فاصلے بڑھا دیے، تعصبات کو مضبوط کر دیا اور بے اعتمادی اور دشمنی کا ماحول پیدا کر دیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمان خصوصاً "عرب"، راہ چلتے جملہ بازی اور حملوں کا نشانہ بنے، پولیس تفتیش کے مراحل سے گذرے اور خفیہ پولیس کی نگرانی ہونے لگی۔ جرمنی یا یورپ میں کوئی جنگ نہ تھی، خلیج کی جنگ میں جرمن سپاہی بھی نہیں لڑ رہے تھے، لیکن پھر بھی حکومت اور عوام کے بہت بڑے طبقہ کی نظروں میں مسلمان کو دشمن کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ نسلی تعصب اتنا بڑھا کہ گھروں پر حملے ہوئے، ایک ترک گھرانہ جلا دیا گیا، لیکن اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کے بجائے معاشرہ نے بحیثیت مجموعی اسے قبول کر لیا۔ پولیس نے بھی خاموش تماشائی کا کردار ادا کیا۔

میڈیا مہم

خلیج کی جنگ نے جیسے پورا منظر نامہ تبدیل کر دیا۔ ذرائع ابلاغ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے اور جھوٹے الزامات کی مسلسل مہم میں مصروف ہیں، اور اب تو بیشتر سیاستدان اور اہل علم بھی جیسے اس کے اسیر ہو گئے ہیں۔ سیاسی اور ثقافتی قائدین، فرانس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، سیکولرزم کے عقیدہ کے محافظ بن گئے ہیں۔ اس سے قبل ایک عام جرمن باشندہ دلچسپی، ہمدردی اور دوستی کا رویہ رکھتا تھا لیکن میڈیا مہم نے اسے بھی بدل کر رکھ دیا ہے۔ نشریاتی لہریں، جو کبھی دوستی کے پیغام لے جاتی تھیں اب نفرت اور دشمنی کی صداؤں اور مناظر سے بھری ہوئی ہیں۔ کوئی دن نہیں گذرتا کہ جرمن ذرائع ابلاغ اپنے کروڑوں ناظرین و سامعین کو یہ نہ جتاتے ہوں کہ سرخ خطرہ کے بعد اب انھیں سبز خطرے کی فکر کرنا ہے۔ جرمن صحافی اور نامہ نگار (FEINBILD kOMMNNISMUS) (دشمن کیمونزم) کی جگہ FEINBILD AISLAM (یعنی دشمن اسلام) کی تصویر کے نقش و نگار پیش کرنے کو سب سے اہم فریضہ تصور کرتے ہیں۔ ان کی نظروں میں اسلام ایک جامد اور قدیم مذہب ہے، جس کا آج کی دنیا میں کوئی مقام نہیں۔ یہ بتانے کا کوئی موقع جانے نہیں دیا جاتا کہ مسلمان وحشی ہیں، کسی پولیس اسٹیٹ کی سفاک پالیسیوں کو شریعت کے مترادف قرار دیا جاتا ہے، امت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان سب کچھ تباہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔

حال ہی میں جرمنی کے سب سے بڑے نشریاتی چینل پر سوڈان پر ایک رپورٹ پیش کی گئی، جس میں جنوب کے پیچیدہ مسئلے کو عیسائی مسلمان صلیبی جنگ کے طور پر پیش کیا گیا اور رپورٹر نے کامل یقین کے ساتھ بتایا کہ یہاں اسلامی بنیاد پرست نسل کشی کر رہے ہیں اور عیسائیوں کو غلام بنانے کے لیے زبردستی مسلمان کر رہے ہیں۔ انھی دنوں جرمن ٹیلیویژن پر ایک پروگرام TERROR IM NAMEN ALLAHS پیش کیا گیا۔ اس کا موضوع تھا۔ دنیا کے تمام آزادی پسند لوگوں کے لیے ایک ایسے اسلامی بنیاد پرست گروہ کا خطرہ جو ساری دنیا کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ جرمن ٹی وی پر "اسلام کی تلوار" کے نام سے ایک سیریز چل رہی ہے، اور روس کی سابقہ مسلم ریاستوں پر ایک دستاویزی فلم پیش کی گئی ہے۔ یہ دونوں پروگرام ایک نام نہاد ماہر اسلام (PETER SCHOLL - LATOUR) نے تیار کیے ہیں۔ دونوں میں بار بار یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ اسلام امن عالم کے لیے خطرہ ہے، اس کے جنونی پیروکار آزادی، عدل اور مساوات کے دشمن ہیں، اور مغرب کو پانی سر سے اونچا ہو جانے سے پہلے اسلامی طاقتوں پر حملہ کر دینا چاہیے۔ کچھ دوسرے جرمن اہل علم نے لاطور کے اس پروگرام کی مذمت کی ہے۔ لیکن مسلمانوں کی منفی تصویر مسلسل پیش کیے جانے کا مجموعی تأثر تو نقصان دہ ہے۔

TURINGEN کی یونیورسٹی کے ایک حالیہ سروے میں پوچھا گیا کہ لفظ اسلام سے وہ کیا مراد لیتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ جرمن عوام کی اکثریت کے نزدیک یہ جنونیوں اور وحشیوں کا مذہب ہے۔ یہ توسیع پسندانہ، دقیانوسی، جنونی، انقلابی اور ظالمانہ ہے۔ تشدد اور عدم رواداری کا پرچار کرتا ہے۔ استبداد کا حامی ہے اور خواتین سے امتیازی سلوک کرتا ہے۔ صرف ایک اقلیت نے اسلام کو ایک قابل احترام، تہذیب تشکیل دینے والا مذہب قرار دیا جس سے باطنی سکون و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ یہ مطالعہ DER ISLAM IN DEN MEDIEN یعنی میڈیا میں اسلام کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ تحقیق کاروں کی رائے میں عوام کی یہ رائے میڈیا مہم کے اثرات کی وجہ سے ہے۔

اسلام کے ماہرین سکالر

میڈیا مہم کو غذا پہنچانے والے وہ ماہرین ہیں جو کسی مسئلے پر پروڈیوسر کی رائے کی تائید میں اظہار خیال کرتے ہیں۔ معروف جرمن مسلمان اسکالر اہلن ہابام کے الفاظ میں "اگر آپ کو کسی ایسے اسکالر کی ضرورت ہے جو یہ بتائے کہ مسلمانوں کی کاٹنے والی جنونی کالی آنکھیں ہوتی ہیں، وہ ایک ہاتھ میں کلاشنکوف اور دوسرے ہاتھ میں قرآن لے کر چلتے ہیں تو فکر نہ کریں۔ کوئی بھی رائے ہو، کتنی ہی بے بنیاد کیوں نہ ہو، جرمن ٹی وی ایسے ماہر کو تلاش کر لیتا ہے جو معروضی رائے دینے کے لیے تیار ہو تا ہے"۔

بہر حال جرمنی کی تمام یونیورسٹیوں میں ایسے سکالر اور محققین موجود ہیں جو احیائے اسلام کے خطرات سے آگاہ کرنے کے لیے مسلسل مقالے لکھ رہے ہیں۔ یونیورسٹی آف [illegible] کے پروفیسر بسام تیبی (BASSANTIBI) [illegible]

پرست چیلنج کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ سکالر اسلامی فکر کی مخالفت کرتا ہی لیکن اسلام کی بحیثیت مجموعی مذمت نہیں کرتا۔ اس کی رائے میں بھی اسلامی فکر کا موجودہ مرکزی دھارا اور مغرب' تصادم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ فکر جدید دور کے لیے ناقابل عمل اور غیر معقول ہے۔ اس کی نظر میں جو مسلمان سیکولرزم کو مسترد کرتا ہے' وہ بنیاد پرست ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ رائے بھی پیش کرتا ہے کہ اسلام کو ۲۰ویں صدی کے تقاضوں کے تحت سیکولرزم کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔

سیاست دانوں نے بھی گذشتہ برسوں میں مسلمانوں کے بارے میں اپنی رائے کو تبدیل کرلیا ہے۔ گذشتہ خوشگوار باتیں' اب قصہ پارینہ ہیں۔ میڈیا مہم' خفیہ رپورٹوں اور جرمن سفارت کاروں کی ارسال کردہ معلومات کی روشنی میں حکومت جرمنی کے تمام ارکان' پالیسی ساز' مشیر' منصوبہ بندی کرنے والے سب' اسلام کو ایک خطرہ تصور کرتے ہیں۔

چانسلر ہلمٹ کوہل کی سیکیورٹی پالیسی پر کانفرنس میں ایک اہم تقریر کے ڈیٹی متن کی بنیاد پر' جو بعد میں تبدیل بھی کر دیا گیا' سب سے بڑے اخبار (BZWEI) نے سرخیاں لگائیں کہ چانسلر بنیاد پرستی کے خطرہ کو سنجیدگی سے لے رہے ہیں اور یورپ میں اسلامی توسیع پسندی کے مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ خفیہ رپورٹوں کے مطابق بحیرہ روم کے ساحل پر بنیاد پرست اسلحہ کے انبار لگا رہے ہیں تاکہ یورپ کے مرکز میں مذہبی جنگ لڑی جائے۔ اس کے خلاف فرانس سے مل کر کارروائی کرنے کے بارے میں سوچا جا رہا ہے۔ ایک دوسری اخبار کے مطابق' کلنٹن سے کوہل کی ملاقات میں اسلامی دنیا کے امور سرفہرست تھے۔ دونوں رہنما اس پر متفق تھے کہ اسلامی بنیاد پرستی سے دوہرا خطرہ ہے' شمالی افریقہ کی حکومتوں کو اور یورپ کی سلامتی کو۔

جرمن دستور اور اسلام

لیکن سیاسی نقطہ نظر سے' سب سے زیادہ خطرناک بات تمام سیاسی پارٹیوں کی طرف سے اس رائے کا اظہار ہے کہ اسلام اور قرآن متحدہ جرمنی کے عارضی دستور (THE GUNDGESETS) کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ جرمنی کے ماہرین دستور نے اسلام پر تفصیلی بحث میں کہا ہے کہ قرآن کا عورتوں کو صحیح مقام نہ دینا' شریعت کی قرون وسطی کی سزائیں' مرتدین کے لیے اس کی سزائے موت اور کفار کے ساتھ اس کی عدم رواداری کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کو سرکاری طور پر تسلیم نہ کیا جائے۔ اگر یہ نقطہ نظر سرکاری پالیسی بن گیا تو جرمنی کے ۵۰ لاکھ مسلمانوں کے لیے جرمن شہری کی حیثیت سے اپنے جائز حقوق حاصل کرنے کی کوششوں کو شدید نقصان پہنچے گا۔ اس کے اثرات ۵ لاکھ بچوں پر ہوں گے جنھیں ان کے مذہب کی تعلیم نہ دی جا سکے گی۔ اس وقت مسلمان بچوں کی اپنے اسکول میں اپنے مذہب کی تعلیم کا استحقاق حاصل ہے لیکن اگر ان کے نصاب' جرمنی کے آزاد جمہوری ڈھانچے کے اصولوں کے مطابق نہ ہوں تو یہ سہولت واپس لی جا سکتی ہے۔ اس کے دیگر اثرات بھی ہوں گے۔ مساجد اور اسلامی مراکز کی تعمیر کی اجازت ملنے میں دشواری ہوگی۔ جرمن مسلمانوں کو ملازمت کے حصول میں مسائل پیش آئیں گے۔ اس کے علاوہ مسلمان گھروں اور دوکانوں کو جلانے اور لوٹنے کے واقعات' مساجد پر حملے اور بم دھماکے جو اب بھی خبروں کا مستقل موضوع ہیں' بڑھ جائیں گے۔

سوشل ڈیماکریٹک پارٹی کے ایک اہم ممبر نے مطالبہ کیا ہے کہ جرمن سفارت کار کی حیثیت سے کام کرنے والے مسلمانوں کو واپس بلایا جائے۔ ڈاکٹر و لفرڈ مراد سفیر ہیں' انہوں نے ایک کتاب اسلام ایک متبادل DERISLAM ASALTERMATIVE لکھی ہے۔ اس ممبر نے ان پر بنیاد پرست نظریات رکھنے کا الزام لگاتے ہوئے انھیں واپس بلانے کا مطالبہ کیا۔

یہی وجوہات ہیں' اور اس پر تعجب نہ ہونا چاہیے کہ کئی سیاستدان مسلمانوں کو یورپی یونین سے باہر رکھنا چاہتے ہیں۔ جرمنی کے ایوان زیریں میں قائد ایوان WOLFGANG SHAUBLE نے واضح طور پر کہا ہے کہ یونین کی ممبرشپ غیر عیسائیوں کے لیے نہیں ہے۔ یورپ کے افق پر چرچ کے SPIRAL ہیں نہ کہ مسجدوں کے مینار۔

چہ باید کرد

اس صورت حال میں' جرمنی کے مسلمان عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ میڈیا انھیں ففتھ کالمنسٹ قرار دے رہا ہے اور جرمن معاشرہ کی ایک محدود' تشدد پسند اقلیت مسلمانوں کے خلاف نفرت کی مہم چلا رہی ہے۔ مسلمان خود کو اس کا مقابلہ کرنے کے' یا اس کے منفی اثرات دور کرنے کے بھی قابل نہیں پاتے۔ اس سے احساس عدم تحفظ میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی میڈیا میں اپنی بات کہنے کی کوششیں بار آور نہیں ہوتیں۔ بس ہیمبرگ اور TUBINGEN کی یونیورسٹیوں کے چند اہل علم' مسلمانوں کے حق میں انصاف کا پرچم اٹھائے ہوئے ہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ یہ سب کچھ کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہا ہو اور کسی ایک جگہ سے تار ہلائے جا رہے ہوں۔ اصل وجہ بڑے پیمانے پر ناواقف ہونا اور حق معلوم کرنے کے لیے کسی مضبوط داعیہ کا نہ ہونا ہے۔ اس وقت بھی مختلف سطحوں پر جرمن مسلمان اور عام جرمنوں میں خوشگوار تعلقات قائم ہیں۔ سیاسی قائدین میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو مسلم دشمن خیالات نہیں رکھتے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مختلف ذرائع اختیار کر کے' اور وسائل فراہم کر کے' اسلام کی حقیقی دعوت کا موثر طور پر ابلاغ کیا جائے۔ سید مودودیؒ نے فرمایا تھا کہ دشمن جب ہمارے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے' تو آدھا کام تو کر دیتا ہے۔ ہمارا نام پہنچ جاتا ہی اور ہمیں پہنچ کر صرف اپنا صحیح تعارف کروانا ہوتا ہے۔ شاید جرمن معاشرہ میں' یورپ کے موجودہ حالات اور موجودہ عالمی پس منظر میں یہ اتنی آسان بات نہیں' لیکن حالات کی بہتری کی صورت یہی ہے کہ ایک طرف جرمنی میں موجود مسلمان اپنی ابلاغی طاقت میں اضافہ کریں اور دوسری طرف عالم اسلام بھی اسلام کی بہتر اور حقیقی تصویر پیش کرے۔ مغرب کے ذرائع ابلاغ کو ہم کچھ بھی کہیں لیکن جب وہ مسلمانوں کے خلاف مہم چلاتے ہیں تو وہ سو فیصد جھوٹ نہیں ہوتی۔ کچھ لوازمہ آج کے مسلمان بھی فراہم کرتے ہیں۔ مسلمان ملکوں میں غلبہ اسلام کے لیے کام کرنے والوں کو بھی اس پہلو کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ آج کے عالمی گاؤں میں' ہر خبر اور ہر واقعہ' ہر جگہ رد عمل رکھتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ۔

"اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی کرنا بہترین عمل ہے۔"

ایک شخص نے دریافت کیا کہ۔

"قیامت کب ہوگی؟"

تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

"تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟"

اس نے کہا۔

"تیاری تو کچھ بھی نہیں کی۔ صرف اتنی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو دوست رکھتا ہوں۔" فرمایا۔

"ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی نے دریافت کیا کہ۔ "قیامت کب قائم ہوگی؟"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"قیامت کے لئے تو نے کیا تیاری کی ہے؟"

سائل نے عرض کیا۔

"کچھ نہیں۔ فقط اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔"

فرمایا۔

"قیامت میں اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھتا ہے۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ ہم بھی اسی کے ساتھ ہوں گے؟" سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

"ہاں! تم بھی اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت رکھتے ہو۔"

سرکار کے ارشاد سے تمام اصحاب میں انبساط اور بشاشت کی لہر دوڑ گئی۔

پروفیسر محمد ادریس [illegible]

مسئلہ ختم نبوّت، بھٹو اور مولانا ہزاروی

سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے بارے میں عام طور سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ انہوں نے ختم نبوت کا بنیادی مسئلہ عوامی دباؤ کے تحت حل کیا ہے۔ اگر علماء کرام اور عوام کا دباؤ نہ ہوتا تو یہ مسئلہ ہرگز حل نہ ہو سکتا گویا یہ بھٹو مرحوم کی مجبوری تھی جس نے انہیں ایسا کرنے پر آمادہ کیا۔ اس لیے بہت سے لوگوں نے اس پس منظر کا کریڈٹ اپنے نام لینے کی متعدد بار کوشش کی۔ مگر دلائل و شواہد سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ مذکورہ سارے پروپیگنڈے کی تردید ہے اور اس حقیقت و صداقت کی تائید وارد ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم عقیدہ ختم نبوت کے سچے دل سے قائل تھے اور مسئلہ قادیانیت کو حل کرنے میں پوری طرح مخلص تھے۔

۱۹۷۴ء میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اور پی پی پی کو پارلیمانی اکثریت بھی حاصل تھی اس صورت حال کے تناظر میں اگر بھٹو صاحب ختم نبوت کے اس بنیادی عقیدے کا تحفظ اور قادیانیت کے شجر خبیثہ کی بیخ کنی نہ کرتے تو کیا ہو جاتا؟ کیا خواجہ ناظم الدین سے بھی کم قوت کے مالک تھے؟ جو دس (۱۰۰۰۰) مسلمانوں کی شہادت اور ہزاروں مسلمانوں کی گرفتاریوں کو ہضم کر گیا مگر مرزائیوں اور انکے سرپرستوں کو ناراض نہ کر سکے اور مسئلہ ختم نبوت حل کرنے سے کترا گیا۔ اقتدار کوئی حقیقت نہیں رکھتا یہ آنی جانی چیز ہے۔ مگر سیاسی قوت کو دینی مفاد میں کام لانا نیک جذبوں کی تعبیر کے سوا اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی راہنما مجاہد اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی جنکے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ علماء اور صوفیاء کو حجروں اور خانقاہوں سے نکال کر مذہب اور سیاست کے باہمی امتزاج کو عام کر گئے۔ مولانا ہزاروی مرحوم بھٹو اسمبلی کے رکن تھے۔ دیوبند نے اس [illegible] جس طرح قادیانی [illegible] محضرنامہ پیش کر کے جو دلائل دیئے وہ پیپلز پارٹی کے صاحبان بصیرت و کشائش کے لیے خصوصی طور پر فیصلہ کن صورت اختیار کر گئے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم نے فرمایا کہ جب قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے بارے میں بحث ہو رہی تھی اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے ایوان اور ایوان سے باہر مطالبات زوروں پر تھے تو اسی دوران چند قادیانی خواتین بیگم نصرت بھٹو سے ملنے آئیں اور منت سماجت کا انبار لگا دیا۔ بھٹو صاحب کو روکیں کہ مولویوں کی بات سن کر ہمیں غیر مسلم اقلیت نہ قرار دے۔ ہم کلمہ پڑھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں ملک کے لیے ہماری خدمات واضح ہیں۔ دیکھیں پرائم منسٹر صاحب سے سفارش کریں کہ وہ علماء کی باتوں میں نہ آئیں یہ اقدام انکے لیے اچھا ہے نہ ملک و قوم کے لیے بیگم نصرت بھٹو نے انکی یہ گفتگو سنی اور پھر وزیر اعظم صاحب سے آکر الجھ پڑیں کہ یہ آپ کیا کرتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہے بس ایسا کام نہ کریں کہ کل کو دنیا میں رسوائی اور جگ ہنسائی کا باعث ہو۔ میں ہرگز یہ کام نہیں ہونے دوں گی۔ یہ تو ان لوگوں پر بڑا ظلم ہوگا۔ حتیٰ کہ رات بھر دونوں میاں بیوی کی یہ تکرار رہی۔ صبح کو ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے حضرت مولانا ہزاروی کو فون کیا اور کہا کہ آپ سے ایک ضروری کام ہے جلد یہاں تشریف لے آئیے۔

مولانا مرحوم نے مدرسہ فرقانیہ کوہاٹی بازار راولپنڈی میں علماء کا اجلاس طلب کیا ہوا تھا آپ نے فرمایا کہ بھٹو صاحب میں مصروف ہوں علماء کرام آئے ہوئے ہیں یہاں ایک ضروری میٹنگ ہو رہی ہے ابھی میں آنے سے معذرت خواہ ہوں۔ بھٹو مرحوم نے کہا کہ مولانا صاحب یہاں اس سے بھی اہم اور ضروری میٹنگ ہے آپ ضرور تشریف لائیں میں انتظار میں ہوں۔ اس پر مولانا ہزاروی نے علماء کو انتظار کا کہا اور کہا کہ میں آرہا ہوں۔ مولانا ہزاروی بھٹو مرحوم کے ہاں پرائم منسٹر ہاؤس پہنچے۔ دیکھا تو بھٹو صاحب انتظار میں تھے۔ ملاقات ہوئی تو کہنے لگے مولانا صاحب! کل بیگم صاحبہ کے پاس قادیانی عورتیں آئی تھیں انہوں نے آکر اسے بہلا اور ورغلایا ہے کہ دیکھیں بھٹو صاحب ہمیں مولویوں کے کہنے پر غیر مسلم اقلیت قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ مسلمان ہیں کلمہ پڑھتے نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں اور ملک و قوم کے لیے ہماری خدمات سب کو معلوم ہیں اس لیے بھٹو صاحب کو روکیں کہ وہ مولویوں کے بہکاوے میں نہ آئیں ورنہ انکی بھی خیر نہیں ہوگی۔ اب یہ رات بھر سے میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے نہ خود سوئی اور نہ مجھے سونے دیا اسلئے میں نے آپکو زحمت دی ہے کہ آپ بیگم صاحبہ کو ختم نبوت اور قادیانیت کے حوالے سے کچھ بتائیں۔ کیونکہ میں آپکو نیک دل اور اچھا انسان سمجھتا ہوں آپ جو بات کہتے ہیں محض اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں کوئی ذاتی غرض آپکے دل میں نہیں ہوتا اسلئے آپ بیگم صاحبہ کو اس مسئلے کی حقیقت سمجھائیں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی نے بیگم صاحبہ کو تفصیل سے [illegible] ختم نبوت قرآن حکیم، حدیث، اجماع امت اور صحابہ کرام کے ارشادات کی روشنی میں پوری طرح واضح کیا اور مرزا قادیانی کی تاریخ انکے دعاوی باطلہ انکی اسلام دشمنی انگریز سے وفاداری اور انکا مکرو فریب سب کچھ بتایا۔ مولانا نے فرمایا کہ میری بعض باتیں بھٹو مرحوم بیگم صاحبہ کو انگلش میں سمجھاتے رہے۔ جب سب گفتگو ہو چکی تو بیگم بھٹو نے کہا یہ تو بہت گندے ہیں مجھے تو انکے بارے میں علم نہیں تھا مگر مولانا دیکھیں اسلام میں پردے کا حکم ہے اور میں پردہ سے نہیں ہوں تو کیا میں بھی کافر ہوگئی؟ اس پر حضرت مولانا ہزاروی نے فرمایا محترمہ جب تک آپ اسلام کے بنیادی عقائد کا انکار نہ کریں یا انکا مذاق نہ اڑائیں تو صرف عمل نہ کرنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا بلکہ انسان صرف گناہگار ہوتا ہے اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ اگر آپ پردے کا انکار کریں کہ میں اسکو نہیں مانتی یا اس حکم کا مذاق اڑائیں تو تب آپ بھی کافر ہو جائیں گی۔ بہر حال کفر اور ایمان کا مسئلہ جدا ہے اور فسق و فجور، گناہ کا مسئلہ علیحدہ ہے۔ بیگم نصرت بھٹو صاحبہ نے کہا۔ مولانا تو پھر میرا یہ مسئلہ ہے میں اپنے آپ کو گناہگار سمجھتی ہوں اللہ معاف کرے۔ اسکے بعد بیگم صاحبہ نے بھٹو مرحوم سے اسی نشست میں کہا کہ بھٹو صاحب مجھے قادیانیوں کے بارے میں اب پتہ چلا ہے کہ انکی اصلیت کیا ہے اس لیے اس مسئلے کو فوری طور پر حل کریں اور اس فتنے کا جلد تدارک فرمائیں۔ اس پر وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے مولانا ہزاروی کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور یوں یہ نشست اپنے اختتام کو پہنچی۔

اس لحاظ سے ترمیم کا اختیار چونکہ ایوان کو حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ بھٹو مرحوم نے بلا تاخیر ایوان کا اجلاس طلب کیا اور پھر اسمبلی کی قرار داد پر یہ فتنہ اپنے منطقی انجام کو پہنچایا گیا جسکی تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ ہو۔

ستمبر ۱۹۷۴ء کی سات تاریخ کو پاکستان نیشنل اسمبلی کا ہنگامہ خیز اجلاس منعقد ہوا جس میں مرزا غلام احمد قادیانی اور انکے پیروکاروں کے متعلق ایک تاریخی اور اہم فیصلہ ہونا تھا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم نے بتایا کہ میں اجلاس میں شرکت کے لیے جامع مسجد بمبئی منڈی (صدر راولپنڈی) سے اٹھ کر جب باہر سڑک پر آیا تو عجیب اتفاق کا سامنا کرنا پڑا کہ پورا شہر فوج کے کنٹرول میں ہے ہر طرف آرمی کے

فرزوان دکھائی دے رہے تھے۔ میرے دل میں خیال تھا شاید بھٹو صاحب نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے اور ملک آرمی کے حوالے کرنے کے انتظامات کر لیے ہیں۔ لیکن خیر ہم بھی کفن باندھ کر آئے ہیں جو ہوگا سو ہوگا اب پیچھے لوٹ کر نہیں آنا۔ مگر جب اسمبلی پہنچے تو معلوم ہوا کہ حالات ٹھیک اور پر سکون ہیں کسی قسم کا کوئی کھنچاؤ تناؤ نہیں۔ پھر تقریباً" دو ہی گھنٹے میں ضروری کاروائی مکمل ہوئی اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر دستخط کر دیئے گئے۔

یہاں اس بات کا اضافہ ضروری خیال کرتا ہوں کہ اجلاس میں ہر ممبر کی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے ہر ضلعی چیئرمین ڈی سی صاحب کو ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ انکے علاقہ انتظام میں واقع کوئی رکن قومی اسمبلی اجلاس سے غیر حاضر نہ ہو۔ سابق ایم این اے مہتمم مدرسہ فرقانیہ راولپنڈی حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم نے راقم کو بتایا کہ اس موقع پر اراکین اسمبلی نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مسئلے کی نزاکت اور حکومت کے جرات مندانہ فیصلے کی تعریف کی لیکن عوامی نیشنل پارٹی کے سربراہ جناب خان عبدالولی خان نے کہا کہ جناب سپیکر میں تو اجلاس میں نہیں آ رہا مگر مجھے ڈپٹی کمشنر نے شرکت پر مجبور کیا ہے۔

قصہ کوتاہ یہ کہ اس تاریخی دستاویز پر دستخط کرنے والوں میں جناب بھٹو مرحوم سرفہرست تھے اس طرح اسمبلی کے مذکورہ اجلاس کی کاروائی بخیرو خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ مگر مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے دل میں ابھی خلش باقی تھی چنانچہ کچھ دنوں بعد وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم خلاف معمول اسمبلی ہال کی طرف تشریف لائے۔ ملاقات ہوئی تو میری زبان سے بے ساختہ یہ جملہ نکل گیا کہ وزیر اعظم صاحب آپ نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ بھٹو صاحب چونک اٹھے۔ کہا مولانا میں آپ سے کیا سن رہا ہوں؟ میں اور آپکو دھوکہ۔ مولانا نے کہا کہ بھٹو صاحب بات ویسے ہی زبان سے نکل گئی لیکن ذہین اے بھٹو صاحب کب ماننے کو تیار تھے انہوں نے کہا مولانا صاحب نہیں یہ بات نہیں آپ ایک بزرگ سیاستدان ہیں آپ نے انگریز کے خلاف جنگ لڑی ہے میں آپکو علماء حضرات میں ایک بڑا مدبر اور مستند سیاستدان سمجھتا ہوں آپ سے اس طرح کی بات سن کر مجھے پریشانی ہوئی ہے مجھے بتائیں کہ اسکا سیاق و سباق کیا ہے۔ یوں جناب وزیر اعظم حضرت مولانا ہزاروی کا ہاتھ تھامے ایک کمرے میں لے گئے اور بات کی وضاحت پوچھی۔

مولانا ہزاروی مرحوم نے کہا کہ بھٹو صاحب وہ بات ویسے ہی منہ سے نکل گئی تھی لیکن اس کا پس منظر کچھ اس طرح ہے کہ ہم نے مسئلہ ختم نبوت کے لیے 1953ء میں بھی تحریک چلائی تھی اور تحریک کے آغاز سے قبل ہم نے سرحد کے وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خان کو ایک اچھا مسلمان سمجھ کر اعتماد میں لینے کی کوشش کی اور ان سے اپنا پروگرام بھی بتا دیا کہ ہمارا مقصد حکومت سے [illegible] نہیں اور نہ ہی ہم نے اقتدار پر قبضہ کرنا ہے ہم تو مرزائیوں کی سیاسی قوت اور مذہبی سازش کو مسلمانوں اور عالم اسلام کے لیے خطرناک سمجھتے ہیں اس لیے آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل ہوگی اور مسلمان قوم میں آپکی عزت بڑھے گی۔

مگر جب تحریک چلی تو خان عبدالقیوم خان نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا اور صوبہ سرحد میں تحریک کی مزاحمت کی جس کا نقصان یہ ہوا کہ (MOVRMENt) کا سارا زور پنجاب پر آن پڑا۔ ہزاروں مسلمان شہید ہوئے اور ہزاروں کو گرفتار کیا گیا اور مسئلہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ لہٰذا جب میں نے سات ستمبر کو دیکھا کہ فوج پورے شہر پر قابض ہے تو میں سمجھا کہ شاید بھٹو صاحب بھی ہمارے ساتھ خان صاحب والا معاملہ کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ اور فوجی طاقت سے معاملہ کو سرد خانے کی نظر کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

مولانا ہزارویؒ نے کہا کہ میری یہ باتیں سن کر بھٹو صاحب کو اطمینان ہوا تو کہا مولانا صاحب آرمی کے اٹھارہ جنرل اور کور کمانڈر کٹر قادیانی ہیں۔ اور انکے پاس فل پاور ہے اس لیے مجھے سخت خطرہ تھا کہ کہیں یہ شرارت نہ کر دیں۔ پہلا اقدام یہ کیا کہ میں نے ان سب قادیانی جرنیلوں کو جبری چھٹی پر بھیجا پھر دور دراز علاقوں میں انہیں پھینکا اور شہر کو اپنی وفادار مسلمان قیادت کے سپرد کیا کہ جس پر میرا اعتماد تھا۔ یہ سارا انتظام کر لینے کے بعد میں نے اسمبلی کے اجلاس کی تاریخ مقرر کی۔

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ مولانا ترکی میں یوں ہوا کہ اسمبلی اندر ایک فیصلہ کر رہی تھی اور فوج نے باہر سے آ کر گھیرا ڈال کر سب کو ہینڈز اپ کرا دیئے۔ پھر اسمبلی مجبور تھی۔ ہمیں بھی حالات کی نزاکت کے تحت کچھ رد و بدل اور انتظام کرنا پڑا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم اس تفصیل کے بعد جناب بھٹو مرحوم کو دیر تک دعائیہ کلمات سے یاد فرماتے رہتے۔ وجزاہ اللہ احسن الجزاء

کبھی کبھی تو یوں ہوا ہے اس ریاض دہر میں
کہ اک پھول پورے گلستان کی آبرو بچا گیا

بقیہ الحج المبرور

پیش بھی نہ آئی تھیں انکو سوچ سوچ کر بیان کر گئے اور پھر قواعد ایسے بیان کر دیئے جن سے قیامت تک کی جزئیات کا حکم نکالنا آسان ہو گیا۔ ان مسائل کی ضرورت گھر بیٹھے نہیں معلوم ہو سکتی۔ مگر فقہاء ایسے تنگ نظر نہ تھے کہ گھر بیٹھے باہر انکی نظر نہ جائے۔ فقہاء کے پیش نظر دنیا کا تمام نظم بھی تھا وہ ایسے احکام بھی بیان کر گئے ہیں کہ اگر چکر آتا ہو کھڑا نہ ہو سکتا ہو تو نماز بیٹھ کر یا لیٹ کر ہی پڑھ لے اور دوران سعی کی وجہ سے کپڑوں کے پاک کرنے اور دھونے کی طاقت نہ ہو نہ کوئی رفیق یہ کام کر سکتا ہو نہ زیادہ کپڑے اس کے پاس ہوں [illegible]

دینی مدارس کے خلاف عالمی سازش

ابوالحسن منظور احمد شاہ آسی

آج کل دینی مدارس کے خلاف حکومتی مہم زوروں پر ہے اور طرح طرح کے الزامات عائد کئے جا رہے ہیں گویا تمام برائیوں کی جڑ انہی مدارس میں ہے اور حکومت ان کو مٹانا چاہتی ہے۔ "اگر' مگر' چونکہ' چنانچہ' لہٰذا' لیکن" قسم کے فرسودہ الزامات تھوپے جا رہے ہیں۔ یہ خالص نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ ہے اور قاہرہ کانفرنس کی ایک کڑی ہے۔ مغرب کو اگر اس وقت کسی چیز سے خطرہ ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے اور اسلام پسند طاقتیں ہیں جن میں اسلامی تحریکیں سر فہرست یا دینی مدارس کام کر رہے ہیں امریکہ ان کا قلع قمع کرنا چاہتا ہے۔ ان تحریکوں اور اداروں کو ختم کرنے سے پہلے ان کو بدنام کیا جا رہا ہے اور یہ بھی سامراج کا ایک حربہ ہے کہ اگر کتے کو بھی مارو تو بدنام کر کے مارو تاکہ اس کا کوئی حمایتی نہ ہو۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ ان اداروں کو باہر سے امداد ملتی ہے' کبھی کہا جاتا ہے کہ یہ دہشت گردی پھیلاتے ہیں' کبھی راگ الاپا جاتا ہے کہ یہ ادارے فوجی تربیت دے رہے ہیں کبھی کہا جاتا ہے کہ یہ مدارس انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کر رہے ہیں اصل ہدف ان اداروں کا ختم کرنا ہے کہ جب ارباب اقتدار حتمی کاروائی کریں تو کوئی مزاحمت کرنے والا نہ ہو مغربی سامراج اس کا مکمل جائزہ لے چکا ہے کہ دینی مدارس اسلام کے مضبوط قلعے ہیں۔ جو علماء یہاں سے فارغ ہوتے ہیں وہ اپنا تن من دھن اسلام پر نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں جہاں بھی دینی مدارس کا قلع قمع ہوا وہاں نہ اسلام رہا اور نہ اسلام پر عمل کرنے والے باقی رہے وہاں صرف ایسے مسلمان رہ گئے جن کی وضع قطع یہود و ہنود سے مختلف نہیں الجزائر' مصر' بغداد جو کبھی دینی علوم کا مرکز تھا آج وہاں ایک بھی مدرسہ موجود نہیں۔ جامعہ نظامیہ جو کبھی اسلامی دنیا میں مرکزیت کا حامل تھا آج اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ بنو عباس کے دور میں بغداد علم کا مرکز تھا دینی مدارس کا جال بچھا ہوا تھا آج وہ مدارس سکولوں' کالجوں کی شکل میں مغربی علوم پڑھا رہے ہیں اور مخلوط تعلیم دیجاتی ہے۔ آخر یہ کیوں اور کیسے ہوا۔ پاکستان میں دینی مدارس کا ایک مربوط جال بچھا ہوا ہے مغربی سامراج یہ بات بخوبی بھانپ چکا ہے کہ مستقبل میں ان کا سد باب نہ کیا گیا اور دینی تحاریک کا راستہ نہ روکا گیا' تو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کو روکنا مشکل ہوگا۔ دینی قوتوں نے روس کا جو حشر کیا اور افغانستان کی آزادی کے ساتھ ساتھ روسی مسلم ریاستوں

کی آزادی کا سبب بھی ہوا اور اس وقت روس کے اندر جو توڑ پھوڑ ہے اسی دینی طبقے نے شروع کی ہے مغرب کو اور بدک گیا ہے کیا وجہ ہے کہ افغان مجاہدین کو کل تک مجاہدین کہتا تھا آج وہ یک لخت ان کے خلاف ہو گیا۔ اور دہشت گرد قرار دینے لگا۔ چونکہ اس کا جو مقصد تھا وہ حاصل کر چکا تھا۔

حکومت یہ بھی دعویٰ کرتی ہے کہ ہم دینی مدارس کو کروڑوں روپے سالانہ امداد دے رہے ہیں اور حکومت کی اطلاع کے مطابق دو ہزار پانچسو پندرہ دینی مدارس ہیں اور گورنمنٹ نے ان مدارس کو ۱۰ کروڑ روپے سالانہ دیئے ہیں اب ذرا ۱۰ کروڑ روپوں کو ۲۵۱۵ دینی مدارس پر تقسیم کریں تو گویا ایک مدرسہ کو حکومت نے گویا سالانہ ۳۳-۷۱-۳۹۷ روپے دیئے ہیں گویا ایک سال کے اندر حکومت نے دس کروڑ روپیہ ڈھائی ہزار مدارس کو دے کر بہت بڑا احسان کیا ہے جبکہ دینی مدارس کا ماہانہ خرچ لاکھوں روپے ہوتا ہے اور یہی دینی مدارس اپنے زیر کفالت طلباء کو کھانا لباس' رہائش' چارپائی' بستر' باسٹل' کتابیں اپنی طرف فراہم کرتے ہیں طلباء سے کوئی فیس نہیں لیتے۔ جو کھانا طلباء کو فراہم کیا جاتا ہے حکومت اپنے وسائل استعمال کر کے بھی نہیں دے سکتی اسکے علاوہ دینی مدارس اپنے تمام طلباء کو ماہانہ وظیفہ بھی نقدی کے شکل میں دیتے ہیں۔ جو بطور جیب خرچ ہوتا ہے وہ درجہ کتب کی کلاس کے اعتبار سے ہوتا ہے پچاس سو' دوسو۔ تین سو روپے اور بعض مدارس میں ہزار تک بھی ماہانہ ہوتا ہے۔ ادھر گورنمنٹ محکمہ تعلیم پر جو خرچ کرتی ہے ایک دن کا خرچ آپ جمع کرلیں اور دینی اداروں کے پورے سال کا خرچ جمع کر کے دیکھیں۔ پھر نتائج کا اعتبار بھی مدنظر رکھیں۔ حکومت خود اعتراف کرتی ہے کہ اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم کا معیار روز بروز گرتا جارہا ہے۔ پھر حکومت کا یہ پروپیگنڈہ کہ ہم دینی مدارس کو گرانٹ دیتے ہیں جن کو در حقیقت برائے نام ہوتی ہے اور اونٹ کے منہ میں زیرہ کی مثال ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ دینی اداروں کے ہاسٹلوں میں شراب' جوا' لڑائی مار کٹائی نہیں ہوتی اور نہ پولیس کا مقابلہ کلاشن کوفوں اور دیگر آتشیں اسلحہ سے کیا جاتا ہے یہ کی ضرور ہے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ہاسٹلوں میں آج کل جو کچھ ہو رہا ہے حکومت سے زیادہ اور کس کو اس کا علم ہو سکتا ہے۔ مغرب کو خوش کرنے کے لئے لچر اور فرسودہ الزامات کا سہارا لے کر گورنمنٹ مغرب کو خوش کرنے میں اور نوکری پکی کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ میں درخواست کروں گا کہ ان خرقہ پوشوں اور بوریہ نشینوں کو نہ چھیڑو اپنے حال پہ رہنے دو یہ "ہاتھوں میں ید بیضا لئے بیٹھے ہیں" وہ دینی خدمات میں مصروف ہیں ہاں جو مدارس غلط طریقے سے چلائے جارہے ہیں یا ان کا حساب و کتاب ٹھیک نہیں ہے ان کو آپ بے شک ٹھیک کریں ان مدارس کو چھیڑ کر دیکھئیے"

حکومت کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا ہاں مغربی طاقتوں کی خوشنودی حاصل ہوگی لیکن مغرب ان حکمرانوں کو نہیں بچا سکے گا سکندر مرزا نے جب علماء کے خلاف لب کشائی کی تو مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا اور فرمایا کہ سکندر مرزا علماء تو اپنی جگہ پر قائم رہیں گے تو ان کی چاندی کی کشتی میں بٹھا کر کیا غرق کرے گا البتہ تیرے لئے جہاز تیار ہے چنانچہ ایوب خان مرحوم نے اسکو ملک بدر کر کے مارشل لگایا سکندر مرزا لندن پہنچ گیا۔ حضرت ہزارویؒ نے اس وقت یہ بھی فرمایا تھا کہ او ئے سکندر مرزا یاد رکھ ایک وقت آئیگا کہ تیری لاش کو نکال کر سمندر کے حوالہ کیا جائے گا۔ چنانچہ جب سکندر مرزا مر گیا تو اسکی لاش لندن سے ایران لاکر دفن کی گئی اور جب ایران میں انقلاب آیا تو پاسداران انقلاب نے اسکی لاش نکال کر جاکر سمندر کے حوالہ کر دی ہے نبی کریم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہے میں اسکو جنگ کا چیلنج دیتا ہوں۔

اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ ملک کا لادین طبقہ یہ بات سمجھتا ہے کہ اس گئے گذرے دور میں بھی بے حیائی فحاشی' عریانی اور الحاد و زندقہ کے خلاف علماء اور دینی مدارس ہی سینہ سپر اور سب سے بڑی رکاوٹ ہیں اگر دینی مدارس پر حکومت قبضہ کر لے تو یہ لوگ بے دست و پا ہو جائیں گے اور ہم ملک میں من مانی کر سکیں گے۔ آج معاشرہ جس تیزی کے ساتھ تنزل کی طرف جارہا ہے اگر علماء سد راہ نہ ہوں تو ہم یورپ سے بھی دو ہاتھ آگے نکل جائیں۔ اس لیئے لادین اور آزاد طبقہ کے لئے اس رکاوٹ کو دور کرنا انتہائی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ حکومت کے پاس ذرائع ابلاغ میں ریڈیو' ٹی وی اور وہ اخبارات جو حکومت کے زیر اثر ہیں وہ دن رات دینی اداروں' دینی تحریکوں اور دینی طبقہ کے خلاف گوئبلز کے اس فلسفہ کے مطابق پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں کہ جھوٹ کو بار بار اور لگاتار بولو تاکہ وہ سننے والوں کو سچ نظر آئے یہی صورت حال یہاں ہے۔ گورنمنٹ کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ دینی ادارے آڈٹ نہیں کراتے۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ دینی اداروں کے آڈٹ پر تو اتنا زور دیا جاتا ہے جبکہ ملک میں عیسائی مشنری ادارے جو غیر ملکی حکومتوں کے تعاون سے چل رہے ہیں' اس طرح قادیانیوں کے ادارے جن کا کروڑوں کا بجٹ ہے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں قادیانی' یہودی' اور عیسائی ملک میں مصروف ہیں اور کثیر تعداد میں مسلمانوں کو مرتد بنا رہے ہیں وہاں پر کوئی آڈٹ کا خیال نہیں آیا اس لیئے کہ وہ مغربی سامراج کے لاڈلے اور لے پالک ہیں اور وہاں مغربی حکومتوں کا مفاد ہے اور دینی ادارے چونکہ مغرب کی آنکھوں میں اٹکتے ہیں اس لیئے ان کا ختم کرنا ضروری سمجھا گیا ہے یہ دوہرا معیار ہمارے حکمرانوں کا ہے۔ ذرا ایک قادیانی رسالے کی رپورٹ پڑھ لیں مرزا ناصر نے سنہ ۷۳ء میں "اشاعت اسلام" "غلبہ اسلام" "اور" "صد سالہ احمدیہ جوبلی" "فنڈ کے نام سے اندرون و بیرون ملک جو رقم جمع کی تھی وہ بیس کروڑ روپے سے زیادہ تھی" روزنامہ الفضل ۳۱ مارچ سنہ ۷۳ء۔

اس کے علاوہ مرحوم آغا شورش کاشمیری نے چٹان میں قادیانی رسائل کے حوالے سے لکھا تھا چار کروڑ اسرائیل نے بھی مرزائیوں کو دینے کا وعدہ کیا تھا چٹان ۸ اپریل سنہ ۷۳ء کیا اتنی بڑی رقم کا آڈٹ گورنمنٹ نے کیا تھا کہ کہاں سے یہ آئی اور کہاں خرچ ہوئی اور اسرائیل سے قادیانی کا کیا رشتہ ہے۔ وجہ صرف یہی ہے کہ قادیانی مغربی طاقتوں کے گماشتے ہیں۔ اس وقت "مسلم احمدیہ ٹیلی ویژن" پر جو پروگرام مرزائی سٹلائٹ کے ذریعہ نشر کر رہے ہیں ان کا خرچ کون دیتا ہے اور مرزا طاہر جو پاکستان اور اسلام کے خلاف اس پروگرام میں ہرزہ سرائی کر رہا ہے کیا ہمارے حکمران بہرے یا اندھے ہیں اسکے علاوہ جس طرح وہ پاکستانی آئین کی دھجیاں بکھیر رہا ہے۔ لیکن وہاں وقت کے حکمران مجبور ہیں۔ کیونکہ انکے مغربی آقاؤں کے ناراض ہونے کا مسئلہ ہے اور دینی مدارس پر پابندی لگانے میں مغربی آقاؤں کی خوشنودی مقصد ہے۔

حکومت دینی مدارس پر پابندی کے لیئے ایک عذر لنگ یہ پیش کرتی ہے کہ درس نظامی اب فرسودہ نصاب ہے ہم اسکو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کریں گے جبکہ اس سے قبل جن مدارس دینیہ کو حکومت نے تحویل میں لیا تھا اور یہی کہا تھا کہ ہم درس نظامی کے ساتھ ساتھ جدید علوم کی بھی تعلیم دیں گے ان میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور اور جامعہ عباسیہ سرفہرست ہیں جامعہ اسلامیہ کی سرپرستی نواب آف بہاولپور کر رہے تھے گورنمنٹ نے اسکو تحویل میں لے کر یونیورسٹی کا درجہ دے دیا اور درس نظامی کے نصاب کو یک بینی دو گوش خارج کر دیا اور مخلوط تعلیم شروع کر دی ہاں صرف نام کی حد تک ملک وہ اب بھی اسلامی یونیورسٹی کہلاتی ہے۔ یہی کچھ گورنمنٹ اب دوسرے دینی مدارس کے ساتھ کرنا چاہتی ہے جہاں ہزاروں ملکی اور غیر ملکی طلباء زیر تعلیم ہیں ادھر دینی اداروں کے ساتھ تو حکومت کا یہ "حسن سلوک ہے" دوسری طرف عیسائی تعلیمی ادارے جو مسٹر بھٹو کے دور حکومت میں قومی تحویل میں لیئے گئے تھے ان کو واگذار کر کے دوبارہ عیسائی مشنری اداروں کو واپس کیا جارہا ہے اس وجہ سے کہ مغربی ملکوں کو خوش کرنا مقصود ہے۔ عیسائی مشنری تعلیمی اداروں کو واپس کرنے پر وہ خوش ہیں اور دینی داروں پر پابندی سے وہ خوش ہیں مقصد انکی رضا ہے وہ جس طرح بھی راضی ہو جائیں۔

اللہ کے لئے محبت

اخبار ختم نبوت

تحفظ ناموس رسالت۔ احتجاجی اجلاس

آج ۱۷ر مارچ ۱۹۹۵ء کو جامع مسجد ختم نبوت میں ٹنڈو آدم کے علماء کرام ائمہ مساجد وکلاء اور سیاسی و سماجی مذہبی و قومی جماعتوں کے رہنماؤں کا اجلاس ہوا اجلاس صبح ۹ر بجے سے ایک بجے دوپہر تک جاری رہا۔ اجلاس کے شرکاء نے حکومت کی اسلام و ملک دشمنی پر مبنی تمام پالیسیوں کی مذمت کی خصوصاً گستاخان رسول عیسائی سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو سیشن کورٹ لاہور سے سزائے موت سنانے پر وزیر اعظم بے نظیر کے اظہار حیرت اور دکھ کے اظہار کرنے کی مذمت کی اور پھر ان گستاخوں کو لاہور ہائی کورٹ سے باعزت بری کرا کر تین تین لاکھ روپے بطور انعام دیکر ملک سے بحفاظت راتوں رات فرار کرنے پر بھی اجلاس کے شرکاء نے سخت مذمت کی اور اجلاس کے شرکاء نے فیصلہ کیا کہ اگر حکومت اپنی ان غلط حرکتوں کا ازالہ نہیں کرتی تو تحریک تحفظ ناموس رسالت کے فیصلہ کے مطابق جو بھی راست اقدام کی کال ہوئی ہم اس کو بھرپور انداز میں کامیاب کریں گے۔

جن حضرات نے اجلاس میں شرکت کی ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں رہنماء حضرات سیاسی سماجی عبد الستار غوری صاحب جماعت اسلامی رئیس منصور خان صاحب چیئرمین امن کمیٹی ٹنڈو آدم' حاجی وزیر محمد صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم' محمد اقبال مغل صدر لیکچرار و پروفیسرز ایسوسی ایشن ٹنڈو آدم' محمد خان وسعور سندھ نیشنل فرنٹ ایم اشفاق جلیس تنظیم جلیسان ٹنڈو آدم' شکیل احمد صاحب تحریک استقلال ٹنڈو آدم' مولانا دوست محمد بلوچ مجاہد عبد اللہ جمعیت علماء اسلام (ف) ذوالفقار علی جمعیت طلبہ اسلام ٹنڈو آدم' حاجی خان بس ٹرانسپورٹ ٹنڈو آدم حاجی عبد المجید بلوام گرین و کریانہ مرچنٹ ٹنڈو آدم' مولانا ظاہر شاہ صاحب سپاہ صحابہ ٹنڈو آدم' فقیر محمد صاحب تبلیغی جماعت ٹنڈو آدم' محمد طاہر ادارہ منہاج القرآن ٹنڈو آدم' محمد اسلم صاحب میڈیکل اسٹور ایسوسی ایشن ٹنڈو آدم' عبد العزیز ی ضلعی صدر جئے سندھ ترقی پسند اسٹوڈنٹس ٹنڈو آدم' علماء کرام وائمہ مساجد علامہ احمد میاں حمادی مولانا حفیظ الرحمان رحمانی صاحب مولانا محمد راشد مدنی مولانا محمد اکرم صاحب مولانا محمد حیات صاحب مولانا عبد اللطیف خان صاحب قاری عقیل احمد صاحب حافظ صغیر احمد صاحب مولانا دھنی بخش صاحب محمد طاہر مکی قاری عبد الهادی صاحب قاری عبد الرحمان صاحب حافظ حفیظ الرحمان صاحب حافظ محمد عباس صاحب مفتی محمد جمیل خان صاحب کراچی رانا محمد انور صاحب جمعہ خان صاحب معززین شہر لالہ عبد الرحیم مکرانی بلوچ عبد الحکیم انصاری راؤ محمد سلیمان مولانا محمد علی صاحب حاجی محمد اسماعیل گودھرا والے خان میر خان حاجی احمد علی میمن شہزادہ خان صاحب ڈاکٹر محمد خالد صاحب سمیت دیگر بہت سے وکلاء نے بھی شرکت کی جن میں وکیل ختم نبوت محمد افضل آرائیں صاحب ایڈووکیٹ سلیم بیگ ایڈووکیٹ قطب الدین غوری ایڈووکیٹ عبد العزیز غوری صاحب بھی شامل تھے۔

ٹنڈو آدم میں عظیم الشان ختم نبوت کنونشن

مورخہ ۲۷ر رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ بروز پیر بعد نماز تراویح ٹنڈو آدم شہر کی مرکزی جامع مسجد ختم نبوت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت و شبان ختم نبوت ٹنڈو آدم کے زیر اہتمام ختم نبوت کنونشن منعقد ہوا۔ کنونشن کا آغاز رات ساڑھے دس بجے شبان ختم نبوت کے دو شہید مجاہدوں (حسین احمد مدنی اور محمد طارق) کی تلاوت سے ہوا تلاوت کے بعد حافظ محمد زاہد نے اجتماع سے خطاب کیا اور کہا کہ اب انشاء اللہ وہ وقت قریب ہے قادیانیت پر وطن عزیز کی سرزمین تنگ کردی جائیگی۔

اسکے بعد اسٹیج سیکریٹری محمد طاہر مکی نے کنونشن کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور پھر مولانا محمد راشد مدنی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دعوت خطاب دی مولانا مدنی نے اپنے خطاب میں کہا کہ اگر ہمارے دلوں میں عظمت و محبت رسول نہیں ہے تو ہمارے تمام اعمال صالحہ بے کار ہیں کیونکہ اعمال تو منافق بھی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ منافق لوگ تو رسول اللہ کی امامت میں نمازیں پڑھتے تھے اور اور آپکے ہمراہ جہاد میں شریک بھی ہوتے تھے لیکن کیا وجہ تھی کہ وہ ان عظیم اعمال کو بجالانے کے باوجود جہنمی ٹھہرے" اس لئے کہ ان کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ سے محبت کی بجائے عداوت تھی ان کے دل عظمت و محبت رسول سے خالی تھے مولانا مدنی نے کہا کہ یہی وجہ ہے کہ آج مساجد غیر محفوظ علماء غیر محفوظ نمازی غیر محفوظ اعتکاف میں بیٹھنے والے غیر محفوظ ہیں اور مسلمان یوں مر رہا ہے جیسے مکھیاں مرتی ہیں۔ مولانا نے سیشن جج لاہور کے فیصلے کو سراہا جس میں انہوں نے دو عیسائی گستاخان رسول کو سزائے موت سنائی تھی اور مولانا نے اس بات کی سخت مذمت کی کہ بینظیر بھٹو نے اس فیصلے پر اظہار افسوس کیا اور کہا ہے کہ توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کریں گے انہوں نے کہا کہ جب تک اس ملک میں رسول اللہ کا ایک بھی امتی زندہ ہے اس قانون کو کوئی نہیں ختم کر سکتا۔

مولانا حفیظ الرحمان صاحب رحمانی مبلغ ختم نبوت نے اپنے خطاب میں فرمایا توہین رسالت کے بڑھتے ہوئے واقعات پر حکومت کو کڑی نگرانی رکھنی چاہئے اور اسکا فی الفور نوٹس لینا چاہئے اگر حکومت اسکے خلاف اقدامات نہیں کرے گی تو سمجھا جائے گا حکومت خود ان واقعات میں ملوث ہے۔

آخر میں علامہ احمد میاں حمادی صوبائی کنوینر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ وزیر اعظم بینظیر اور وہ تمام افسران جو سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو ملک سے فرار کروانے میں ملوث ہیں ان کو اپنے ایمان و نکاح کی تجدید کرنی چاہئے۔

موجودہ حکومت مسلمانوں کے ووٹوں سے وجود میں آئی ہے اور نوازتی رسول اللہ کے غداروں اور گستاخوں کو ہے یہ کہاں کا انصاف ہے یہ اجلاس علامہ صاحب کی دعاء پر اختتام پذیر ہوا۔

احتجاجی جلوس

آج ۲۹ر رمضان المبارک کو بعد نماز ظہر ناموس رسالت کے گستاخوں سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو باعزت بری کروا کر ملک سے فرار کروانے کے خلاف مرکزی جامع مسجد سے علامہ احمد میاں حمادی اور دیگر سیاسی مذہبی سماجی تنظیموں کے رہنماؤں کی قیادت میں برہنہ سر و برہنہ پا جلوس نکلا جو کہ محمد چوک پر پہنچ کر مقررین کے خطاب پر اختتام پذیر ہوا جلوس کے شرکاء نے حکومت کے خلاف نعرے لگائے جلوس میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔

قرارداد کنونشن

یہ عظیم الشان اجتماع اس اقدام کی شدید مذمت کرتا ہے کہ گستاخی رسول کے مرتکب دو عیسائیوں کو چوری چھپے امریکہ بھگادیا۔

یہ اجتماع حکومت کے اس اقدام کو ارتداد قرار دیتا ہے اور اس میں ملوث تمام حکام کو دائرہ اسلام سے خارج یقین کرتے ہوئے مطالبہ کرتا ہے کہ صدر' وزیر اعظم اور تمام ملوث حکام تجدید ایمان و تجدید نکاح کریں ورنہ ازروئے آئین پاکستان حکومت پر متمکن رہنے کا کوئی حق نہیں۔ تمام ملوث افراد کے خلاف گستاخی رسول کے مرتکب والا سلوک کیا جائیگا۔

یہ اجتماع پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت بلا تاخیر دونوں مجرموں کو واپس بلا کر اسلامی قانون کے مطابق سزا دلوائے۔

دینی مدارس کا تحفظ ہر قیمت پر کیا جائے گا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن و مرکزی جامع مسجد کوئٹہ کے خطیب مولانا انوار الحق حقانی نے صوبائی دارالحکومت کوئٹہ میں جمعہ کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ دینی مدارس کی آزادی و تحفظ کو ہر قیمت پر برقرار رکھا جائیگا اور اگر دینی علوم کی جامعات پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی گئی تو لاکھوں

طلباء اپنے اساتذہ کے حکم پر علوم نبوت کو بچانے کے لئے لارڈ میکالے کے نظریات کے پیروکاروں اور نیو ورلڈ آرڈر کے غلاموں کے عزائم ناکام بنانے کے لئے میدان جہاد میں نکل آئینگے۔ مولانا انوار الحق حقانی نے کہا کہ مدارس اور علماء کو انگریز ختم نہ کرسکا۔ سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی۔ تحریک ریشمی رومال۔ شہداء بالاکوٹ کا جہاد اور حالیہ جہاد افغانستان۔ یہ سارے واقعات اس بات کے مبین ثبوت ہیں کہ ان بوریہ نشین علماء اور غریب طلباء کو دنیا کی کوئی بھی فکری و الحادی طاقت نہ خرید سکی اور نہ جھکا سکی۔ اور انشاء اللہ مستقبل میں امت کی قیادت علماء حق ہی کے ہاتھوں میں ہوگی۔ حقیقت میں امریکہ مرشد اور اس کے پالے ہوئے مرید اسلامی انقلاب اور احیاء جہاد کی تحریکوں سے لرزہ براندام ہیں۔ اور اب اسلامی بنیاد پرستی کا ہوا کھڑا کر کے اسلام کا راستہ روکنا چاہتے ہیں لیکن یہ انکی خام خیالی ہے۔ مدارس عربیہ ان لوگوں کی آنکھوں میں اس لئے کھٹکتے ہیں کہ مدارس سے۔ حافظ قرآن۔ قاری۔ عالم مبلغ خطیب اور ملک و ملت کے وفادار اور شیدائی پیدا ہوتے ہیں۔ مدرسے ڈاکو لٹیرے خائن ملک دشمن فاسق فاجر اور ملکی اداروں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے والے افراد تیار نہیں کرتے انشاء اللہ اسلام اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ مدارس کے فرزند کرتے رہینگے۔

بقیہ امریکہ میں میتوں کا حشر

امریکہ اور دوسری کئی تنظیمیں ہیں کہ مسلمان میت کو نہلانے کے لئے ایک بھی رضا کار میسر نہیں۔ مسلمان زنانہ میت کو غسل دینے کے لئے نیویارک کی ایک معرو شخصیت جناب ابراہیم یوسف کی اہلیہ تشریف لاتی ہیں۔ وہ رضا کارانہ طور پر صرف خوف خدا سے یہ کام کرتی ہیں۔ دونوں میاں بیوی یہاں پاکستانی کمیونٹی کے ان افراد میں سے ہیں جو بغیر کسی غرض کے یہاں کے مسلمانوں کی خدمت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کبھی کسی اخبار میں اپنی تصویر نہیں چھپوائی' بھی کوئی خبر نہیں لگوائی۔ یہاں یہ سب سے بڑا المیہ ہے کہ ہمارے وہ نوجوان جو یہاں اکیلے رہتے ہیں اور یاپ کرتے ہیں اگر خدانخواستہ انتقال کر جائیں تو ان کی تدفین کے لئے دوستوں کو چندہ کرنا پڑتا ہے۔ مرحوم کے بنک اکاؤنٹ میں رقم تو ہوتی ہے مگر اس کے کسی عزیز کے یہاں نہ ہونے پر یہ رقم سٹیٹ اپنے قبضے میں لے لیتی ہے۔ اگر ہم اس سلسلے میں تھوڑا تردد کریں اور اپنے کسی با اعتماد دوست کا نام بنک والوں کو دے دیں جو نکسٹ آف کن کہلاتا ہے یعنی یہ کہ میری موت کی صورت میں یہ شخص میرے اکاؤنٹ کا ذمہ دار ہوگا تو پریشانیوں سے بچا جاسکتا ہے۔

(بشکریہ الرشید لاہور)

اللہ کے لئے محبت

حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو نہ تو پیغمبر ہیں نہ شہید لیکن پھر بھی لوگ ان کے مرتبہ کو دیکھ کر رشک کریں گے۔"

لوگوں نے کہا کہ۔

"ہم کو بتائیے یہ کون لوگ ہیں؟"

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"یہ لوگ آپس میں اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں۔ ان کی محبت نہ تو رشتہ داری پر مبنی ہے اور نہ مال پر۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ان کے منہ پر نور چمکتا ہوگا جس دن لوگ خوف و ہراس سے پریشان ہوں گے تو ان کو کسی قسم کا خوف و حزن نہ ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون۔

"سن لو! اللہ کے دوستوں کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔

"جس نے کسی کو دوست رکھا تو اللہ تعالیٰ کے لئے' دشمن رکھا تو اللہ تعالیٰ کے لئے' دیا تو اللہ تعالیٰ کے لئے' نہ دیا تو اللہ تعالیٰ کے لئے اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔"

ہم
نفیس، خوبصورت اور خوشنما ڈیزائن چینی [پورسلین] کے
اعلیٰ قسم کے برتن بناتے ہیں
آج کے دور میں ہر گھر کی ضرورت
چینی کے برتن
ایک بار آزمائیے
استعمال میں اعلیٰ —— چلنے میں دیرپا
دادا بھائی سرامک انڈسٹریز لمیٹڈ
۲۵/بی سائٹ کراچی ۔ فون نمبر ۲۹۱۴۳۹

دہشت گرد و تخریب کار کون؟

کیا حکومت اِن کو کیفرِ کردار تک پہنچائے گی

پاکستان میں تخریب کاری، دہشت گردی، قتل و اغواء کی منظم واردات پر پاکستان کا شہری سراسیمگی اور خوف و ہراس کا شکار ہے۔ افسردہ، خوف زدہ اور پریشان ہے۔ ہر شخص چیخ اٹھا ہے کہ اس میں اسرائیل، بھارت اور امریکہ کے ایجنٹ ملوث ہیں۔ ملک عزیز کو دشمن تباہ کن حالات سے محض اس لیے دوچار کر رہا ہے کہ یہ طاقتیں پاکستان کی افواج اور پُرامن ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنا چاہتی ہیں۔ آئیے دیکھیے ان پاکستان دشمن طاقتوں کا پاکستان میں ایجنٹ کون ہے؟

اسرائیل اور مرزائی

(۱) اسرائیل میں مرزائی مشن قائم ہے۔ (بجٹ آمد و خرچ تحریک جدید ۱۹۷۳ء۔۱۹۷۲ء صفحہ ۳) اور اسرائیلی فوج میں چھ سو قادیانی ملازم ہیں۔ (ہفت روزہ ... [illegible])

(۲) اسرائیل میں مرزائی مشن کے انچارج کا اسرائیل کے صدر سے رابطہ ہوتا ہے۔ (۱۴ جنوری ۱۹۸۶ء نوائے وقت لاہور)

بھارت اور مرزائی

(۱) مرزائی جماعت کے سربراہ مرزا بشیر آنجہانی نے اعلان کیا کہ پاکستان و ہندوستان کی تقسیم عارضی ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ دوبارہ "اکھنڈ ہندوستان" بن جائے۔ (الفضل قادیان ۱۶ مئی ۱۹۴۷ء)

(۲) مرزائی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کی تقسیم غیر فطری ہے۔ اس تقسیم کو ختم کر کے ایک ہو جانا چاہیے۔

امریکہ اور مرزائی

(۱) امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کو ختم کرانے کے لیے دباؤ اور امداد کی بندش و بحالی کو اس سے وابستہ کرنا۔

(۲) حالیہ فسادات و تخریب کاری اور دہشت گردی سے قبل ایک ماہ میں امریکی سفارت کاروں کا ربوہ میں تین بار آنا۔ مرزائی قیادت سے علیحدگی میں ملاقاتیں جس کی تفصیلات کا پاکستان کی ایجنسیوں کو بھی علم نہیں۔ (حالیہ اخبارات۔ جنگ، نوائے وقت لاہور)

جس طرح

دُنیا بھر کے یہودی، مسلمان اور مسلم حکومتوں کے خلاف منظم سازشوں میں مصروف کار ہیں۔ اسی طرح قادیانی جماعت "سیاسی پناہ" کے نام سے منظم طریقے سے اپنے افراد کو تخریب کاری و دہشت گردی کی تربیت کے لیے بیرونِ ملک بھجوا رہی ہے۔ ان تخریب کاروں کے آنے جانے کا یہ عمل مسلسل کئی سال سے جاری ہے۔

اِن حالات میں

حکومتِ پاکستان اپنی ذمے داری کا احساس کرے، غیر ملکی ایجنٹ، سازشی گروہ پر مقدمہ چلائے اور قادیانی جماعت کو خلافِ قانون قرار دے کر ان کے اثاثوں کو منجمد کرے۔

شعبۂ نشر و اشاعت: عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت (ملتان، پاکستان)